بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

# ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

زیرِ سرپرستی:
عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ


جلد نمبر ۴۲ شمارہ ۱۰

اکتوبر ۲۰۱۸ء

صفر المظفر ۱۴۴۰ھ



## مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی
منیجر: محمد محبوب عزیزی
تزئین کار: مہتاب پیامی

## مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی
مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی



**ترسیل زر و مراسلت کا پتہ**
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور
اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY
Mubarakpur. Azamgarh
(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 25 روپے
سالانہ: 250 روپے

**چیک اور ڈرافٹ**
بنام
**مدرسہ اشرفیہ**
بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462
دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149
الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092
دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ
500 روپے
دیگر بیرونی ممالک
20 $ امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

**نوٹ:** آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

# مشمولات


| | | | |
|---|---|---|---|
| اداریہ | ہم جنس پرستی، جائزیا ناجائز: ایک تجزیاتی مطالعہ | مبارک حسین مصباحی | ۳ |
| | **احساسات** | | |
| ہدیۂ تبریک | جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سربراہِ اعلیٰ کی بارگاہ میں "مبلغ اسلام ایوارڈ" | مبارک حسین مصباحی | ۸ |
| | **روحانیات** | | |
| مطالۂ تصوف | سید اشرف جہاں گیر سمنانی: سمنان سے ہندوستان تک | مفتی محمد کمال الدین اشرفی | ۱۰ |
| | **فقہیات** | | |
| آپ کے مسائل | کیا فرماتے ہیں............ | مفتی محمد نظام الدین رضوی | ۱۶ |
| | **نظریات** | | |
| فکر امروز | امام احمد رضا محدث بریلوی امامِ تصنیف و تالیف | مفتی محمد عاقل رضوی | ۱۸ |
| | **اسلامیات** | | |
| شعائر | ماہِ محرم الحرام: یہ امت خرافات میں کھوگئی | مولانا محمد عابد چشتی | ۲۰ |
| | **اصلاحات** | | |
| عصر حاضر | مظلوم امام، بے حس عوام: احساسِ زیاں جاتا رہا | حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی | ۲۲ |
| | **قرآنیات** | | |
| علمی تحقیق | قرآن کے علمی وفنی محاسن (آخری قسط) | مولانا محمد فروغ القادری | ۲۵ |
| | **شخصیات** | | |
| نقشِ حیات | علامہ ارشد القادری: ایک ہمہ جہت شخصیت | مولانا محسن رضا ضیائی | ۳۲ |
| نقوشِ محبت | تاج الشریعہ یادوں کے آئینے میں | مفتی محمد قمر الحسن قادری | ۳۵ |
| | **بزمِ دانش** | | |
| فکر و نظر | اسلام میں ماہِ صفر کی حقیقت | مفتی محمد کمال الدین اشرفی/ مفتی محمد احکام چشتی | ۳۹ |
| | **ادبیات** | | |
| نقد و نظر | دو کتابوں پر تبصرے | تبصرہ نگار: مولانا توفیق احسن برکاتی | ۴۲ |
| خیابانِ حرم | نعتیں | کفایت علی کافیؔ مرادآبادی/ سعیدؔ رحمانی/ مفتی محمد قمر الحسن قمرؔ قادری/ ڈاکٹر آفاق فاخری | ۴۹ |
| | **وفیات** | | |
| سفر آخرت | امیر اہلِ سنت کی ہم شیرہ کا وصالِ پر ملال | مبارک حسین مصباحی | ۵۰ |
| | مفتی کفایت اللہ نعیمی نہ رہے | مولانا محمد عرفان قادری | ۵۲ |
| | **مکتوبات** | | |
| صدائے باز گشت | کلیم اشرف رضوی | | ۵۳ |
| | **سرگرمیاں** | | |
| خیر و خبر | آج کے یزیدی دور میں حقیقی حسینی کردار کی ضرورت/ قاری محمد یحییٰ ایک ذمہ دار عالمِ ربانی/ بلرام پور میں عرس عزیزی اور جلسۂ دستار بندی/ برہم پوری، دہلی میں جلسۂ عید میلاد النبی | | ۵۴ |

# ہم جنس پرستی جائز یا ناجائز؟

## ایک تجزیاتی مطالعہ

مبارک حسین مصباحی

**اس وقت** ہم بات کریں گے ہم جنس پرستی کے جواز اور عدم جواز کے حوالے سے۔ اس لعنت کا آغاز قرآن عظیم کی روشنی میں چار ہزار برس پہلے ہوا تھا۔ اس کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے (راجح قول) حضرت لوط علیہ السلام "بابل" عراق کے مشہور شہر میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ تین افراد کا قافلہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت لوط علیہ السلام روانہ ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ کے ساتھ فلسطین میں اتر گئے اور حضرت لوط علیہ السلام ملک شام کے شہر حمص کے پاس ایک بستی اردن میں مقیم ہوئے۔ آپ وہاں کی چار یا پانچ بستیوں کے نبی تھے، ان میں قریب ایک لاکھ جوان تھے، عورتیں، بوڑھے اور بچے ان کے علاوہ تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے بحیثیت پیغمبر شہر سَدُوم میں قیام فرمایا، آپ بیس برس تک اپنے حلقۂ نبوت میں خدا کے پیغام کو پہنچاتے رہے اور گمراہ انسانوں کی ہدایت و رہ نمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ ان آبادیوں کے بد نصیب افراد انتہائی افسوس ناک گناہوں میں مبتلا رہتے تھے، جیسے ڈکیتی، راہ زنی، غریبوں پر ظلم و ستم اور باہمی مجلسوں میں بداخلاقی اور بدتمیزیاں۔ خاص بات یہ ہے کہ قومِ لوط کی آبادیاں بہت سرسبز و شاداب تھیں، غلے اور میوے خوب پیدا ہوتے تھے، دل کش نہریں تھیں اور دل و دماغ کو خوش کرنے والی ہوائیں اور فضائیں رہتی تھیں۔ دیگر آبادیاں ان نعمتوں سے محروم تھیں، اس لیے بہت زیادہ لوگ یہاں سیر و تفریح کے لیے آتے تھے اور باغوں سے چوری وغیرہ کر کے طرح طرح سے پریشان کرتے تھے۔ یہ لوگ ان مہمانوں کی کثرت سے تنگ ہو گئے تھے۔

ایک دن شیطان لعین بوڑھے انسان کی شکل میں آیا اور اس نے اپنے مصنوعی بزرگانہ انداز سے ایک سازشی ترکیب بتائی کہ جب مہمان آئیں تو آپ لوگ ان سے اغلام بازی کریں۔ تاریخ انسانی میں یہ پہلا واقعہ ہے اس سے پہلے دنیا میں اغلام بازی کا کوئی تصور نہیں تھا جیسا کہ قرآن عظیم میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ قومِ لوط کو یہ منصوبہ پسند آیا، اس کے بعد شیطان ایک خوب رو نوجوان لڑکے کی شکل میں آیا اور اس نے بھی وہاں چوری سے باغوں سے پھل توڑنے شروع کر دیے۔ اب جب اسے پکڑ لیا تو اس نے بوڑھے شخص کی بتائی ہوئی ترکیب دوہرائی، یہ سن کر قومِ لوط کے افراد نے اس سے خوب اغلام بازی کی اور پھر وہاں کے افراد آہستہ آہستہ اس کے عادی ہو گئے اور مہمانوں کے ساتھ بھی یہی بیہودہ سلوک کرنے لگے۔ یہ انسانی فطرت ہے جو لوگ مردوں کے ساتھ اغلام بازی کرتے ہیں وہ عورتوں کے لائق نہیں رہ جاتے۔ اب عورتوں نے بھی آپس میں بدکاریاں کرنا شروع کر دیں۔ اس طرح خواتین بھی باہم رنگ رلیاں کرنے لگیں۔ تاریخ و تفسیر میں ہے کہ جانوروں میں اس حادثۂ فاحشہ کے بعد خنزیر نے بھی یہ عمل شروع کیا۔ اس عمل کو لواطت کہا جاتا ہے یہ لفظ "لوط" سے نہیں بلکہ "لوطی" سے بنا ہے۔ شرعی طور پر اغلام بازی حرام قطعی ہے، اس کا منکر کافر ہے۔ اب آئیے اس حوالے سے قرآن عظیم کے مقدس متن کی تلاوت فرمائیے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً
مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْۚ اِنَّهُمْ
اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ﳲ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًاؕ فَانْظُرْ كَیْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۸۴﴾ (الاعراف: ۸۰ - ۸۴)

ترجمہ: "اور لوط (علیہ السلام) کو بھیجا۔ جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا وہ بے حیائی [اغلام بازی] کرتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی، تم تو مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو، عورتیں چھوڑ کر۔ بلکہ تم لوگ حد سے گزر گئے، اور اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہی کہنا کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت وہ رہ جانے والوں میں ہوئی اور ہم نے ان پر ایک مینہ برسایا، تو دیکھو کیسا انجام ہوا مجرموں کا۔"

ان پر جو مینہ برسا اس کی تفسیر میں ہے:

"عجیب طرح کا جس میں ایسے پتھر برسے کہ گندھک اور آگ سے مرکّب تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ بستی میں رہنے والے جو وہاں مقیم

تھے وہ تو زمین میں دھنسا دیئے گئے اور جو سفر میں تھے وہ اس بارش سے ہلاک کیے گئے۔" (تفسیر خزائن العرفان، ص:۲۸۹/ ۲۹۰)

اب ہم چند باتیں مستند تفسیر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔ یہ لوگ حلال کو چھوڑ کر حرام کام میں مبتلا ہو گئے اور ایسے خبیث فعل کا ارتکاب کیا۔ انسان کو شہوت بقائے نسل اور دنیا کی آبادی کے لیے دی گئی ہے اور عورتیں محلِ شہوت اور موضعِ نسل بنائی گئی ہیں کہ ان سے بطریقہ معروف حسبِ اجازتِ شرع اولاد حاصل کی جائے، جب آدمیوں نے عورتوں کو چھوڑ کر ان کا کام مَردوں سے لینا چاہا تو وہ حد سے گزر گئے اور انہوں نے اس قوت کے مقصدِ صحیح کو فوت کر دیا کیوں کہ مَرد کو نہ حمل رہتا ہے نہ وہ بچّہ جنتا ہے تو اس کے ساتھ مشغول ہونا سوائے شیطانیت کے اور کیا ہے!

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بدکردار قوم کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشادِ رب العالمین ہے:

وَ لَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِیۡٓءَ بِهِمۡ وَ ضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَّ قَالَ هٰذَا یَوۡمٌ عَصِیۡبٌ ﴿۷۷﴾ وَ جَآءَهٗ قَوۡمُهٗ یُهۡرَعُوۡنَ اِلَیۡهِ ؕ وَ مِنۡ
قَبۡلُ كَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِیۡ هُنَّ اَطۡهَرُ لَكُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخۡزُوۡنِ فِیۡ ضَیۡفِیۡ ؕ اَلَیۡسَ مِنۡكُمۡ رَجُلٌ
رَّشِیۡدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوۡا لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا لَنَا فِیۡ بَنٰتِكَ مِنۡ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعۡلَمُ مَا نُرِیۡدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ بِكُمۡ قُوَّةً اَوۡ اٰوِیۡۤ اِلٰی رُكۡنٍ
شَدِیۡدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوۡا یٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنۡ یَّصِلُوۡۤا اِلَیۡكَ فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّیۡلِ وَ لَا یَلۡتَفِتۡ مِنۡكُمۡ اَحَدٌ اِلَّا امۡرَاَتَكَ ؕ
اِنَّهٗ مُصِیۡبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمۡ ؕ اِنَّ مَوۡعِدَهُمُ الصُّبۡحُ ؕ اَلَیۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِیۡبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ
اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۬ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿۸۲﴾ۙ مُّسَوَّمَةً عِنۡدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ بِبَعِیۡدٍ ﴿۸۳﴾ (ہود:۷۸-۸۳)

ترجمہ: "اور جب لوط کے پاس ہمارے فرشتے آئے، اسے [حضرت لوط علیہ السلام کو] ان کا غم ہوا اور ان کے سبب دل تنگ ہوا اور بولا یہ بڑی سختی کا دن ہے۔ اور اس کے پاس اس کی قوم دوڑتی آئی اور انہیں آگے ہی سے بُرے کاموں [اغلام بازی] کی عادت پڑی تھی، [حضرت لوط نے] کہا: اے قوم! یہ [تمھاری بیبیاں] میری قوم کی بیٹیاں ہیں، یہ تمھارے لیے ستھری ہیں تو اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو، کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں؟ [قوم لوط کے افراد] بولے: تمہیں معلوم ہے کہ تمھاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے۔ [حضرت لوط علیہ السلام] بولے: اے کاش مجھے تمھارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا۔ فرشتے بولے: اے لوط! ہم تمھارے رب کے بھیجے ہوئے [فرشتے] ہیں، وہ تم تک نہیں پہنچ سکتے، تو اپنے گھر والوں کو راتوں رات لے جاؤ اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے، سوائے تمھاری عورت کے، اسے بھی وہی پہنچنا ہے جو انہیں پہنچے گا، بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے کیا صبح قریب نہیں؟ پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کا نیچا کر دیا اور اس پر کنکر کے پتھر لگاتار برسائے جو نشان کیے ہوئے تیرے رب کے پاس ہیں اور وہ پتھر کچھ ظالموں سے دور نہیں۔"

حضرت لوط علیہ السلام کی مسلسل بیس برس تبلیغ کے نتیجے میں جب قوم نے بالکل اصلاح قبول نہیں کی بلکہ مسلسل گناہوں کا ارتکاب کرتے رہے اور اغلام بازی سے باز نہیں آئے تو انتہائی خوب صورت چند فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ قوم لوط کو اس وقت تک ہلاک نہ کریں جب تک کہ حضرت لوط علیہ السلام خود اس قوم کی بد عملی پر چار مرتبہ گواہی نہ دیں۔ جب یہ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام سے ملے تو آپ نے ان سے فرمایا: کیا تمہیں اس بستی والوں کا حال معلوم نہ تھا؟ فرشتوں نے کہا: ان کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ عمل کے اعتبار سے روئے زمین پر یہ بدترین بستی ہے اور یہ بات آپ نے چار مرتبہ فرمائی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بی بی جو کافرہ تھی، نکلی اور اس نے اپنی قوم کو جا کر خبر دی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے یہاں ایسے خوبرو اور حسین مہمان آئے ہیں جن کی مثل اب تک کوئی شخص نظر نہیں آیا۔

وہ ظالم قوم یہ سن کر حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کی جانب دوڑنے لگی۔ آپ علیہ السلام نے دروازہ بند کر لیا تھا اور قوم کو سمجھانے کے لیے اندر سے فرما رہے تھے: تم اپنی بیبیوں سے فائدہ حاصل کرو جو تمھاری لیے حلال ہیں اور مجھے میرے مہمانوں کے سامنے رسوا نہ کرو۔ فرشتوں نے آپ کے رنج و غم کو محسوس کیا تو فرمایا: آپ اپنی فکر ختم کریں، ہم فرشتے ہیں، بحکم الٰہی یہاں آئے ہیں۔ آپ دروازہ کھول دیں، آپ نے دروازہ کھولا تو قوم کے افراد اندر داخل ہو گئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بحکم الٰہی اپنا بازو ان کے منہ پر مارا سب اندھے ہو گئے، حضرت لوط علیہ السلام کے مکان سے نکل کر بھاگے، انھیں راستہ نظر نہیں آتا تھا، یہ کہتے جاتے تھے، ہائے ہائے لوط کے گھر میں بڑے بڑے جادوگر ہیں، انھوں نے ہمیں جادو کر دیا۔

مزید روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قومِ لوط کے شہر جس طبقۂ زمین میں تھے اس کے نیچے بازو ڈالا اور ان پانچوں شہروں کو جن میں سب سے بڑا شہر سَدُوم تھا اور ان میں چار لاکھ آدمی بستے تھے اتنا اونچا اٹھایا کہ وہاں کے کتّوں اور مرغوں کی آوازیں آسمان پر پہنچنے لگیں اور اس آہستگی

سے اٹھایا کہ کسی برتن کا پانی نہ گرا اور کوئی سونے والا بیدار نہ ہوا پھر اس بلندی سے اس کو الٹا کر کے پلٹ دیا۔
مذکورہ تفصیلات ہم نے متعدّد تفسیروں سے نوٹ کی ہیں، اب ہم ذیل میں ہم جنس پرستی کی شرعی سزاؤں کو نوٹ کرتے ہیں:

## ہم جنس پرستی کی اسلامی سزائیں:

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ قومِ لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرمائے، اللہ تعالیٰ قومِ لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرمائے، اللہ تعالیٰ قومِ لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرمائے۔" (مسند امام احمد)

ترمذی و ابن ماجہ و حاکم جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنی امت پر سب سے زیادہ جس چیز کا مجھے خوف ہے وہ عملِ قومِ لوط ہے۔" (جامع الترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی حد اللوطی، الحدیث: ۱۴۶۲، ج:۳، ص:۱۳۸)

لواطت طبی نقطۂ نظر سے بھی بہت ضرر رساں فعل ہے، اس سے مرد عورت کے لائق نہیں رہ جاتا، اس سے ایڈس، جریان، سوزاک اور آتشک وغیرہ بیماریاں ہوجاتی ہیں۔ اسلام میں اس کی سزا بہت سخت ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک فاعل و مفعول دونوں کو بہت بلند مقام، پہاڑ یا اونچی عمارت سے گرا کر انھیں پتھر مار کر ہلاک کردینا ہے۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دونوں کو سنگ سار کردینا ہے، شادی شدہ ہوں یا کنوارے [تفسیر صاوی] اس کی سزا زنا سے بھی سخت ہے۔ زنا کی سزا کنوارے کے لیے سو کوڑے مارنا ہے مگر اس کی سزا مطلقاً جان سے مار دینا ہے۔ (تفسیر نعیمی)

یہ تو معلوم ہو گیا کہ ہم جنس پرستی انتہائی بدترین گناہ ہے اور مرد کا مرد سے لواطت کرنے کی سزا قتل ہے، اب یہ الگ بات ہے کہ کس طرح قتل کیا جائے۔ ہم ذیل میں چند باتیں نقل کرتے ہیں:

قومِ لوط کا عمل کرنے کی حد کے بارے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں۔ امام احمد سے ایک روایت ہے کہ ایسا شخص شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اس کو رجم کردیا جائے۔ حضرت علی، حضرت ابنِ عباس، جابر بن زید، عبداللہ بن معمر، زہری ابن حبیب، ربیعہ، اسحاق اور امام مالک کا یہی قول ہے۔ امام شافعی کا بھی ایک یہی قول ہے، ان کے علاوہ قتادہ، اوزاعی، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی اور ابو ثور کا بھی یہی قول ہے، کیوں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جب مرد مرد سے بدکاری کرے تو وہ دونوں زانی ہیں اور جب یہ زنا ہے تو اس کا ارتکاب کرنے والوں کو رجم کرنا چاہیے۔

حضرت ابو بکر صدیق سے یہ روایت ہے کہ لوطی کو آگ میں جلا دیا جائے، اور حضرت ابن الزبیر کا بھی یہی قول ہے، صفوان بن ولید نے خالد بن ولید سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عرب کے بعض علاقوں میں دیکھا کہ مرد، مردوں سے اس طرح نکاح کرتے ہیں جس طرح عورتوں سے نکاح کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر نے اس معاملہ میں دیگر صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت علی کی رائے اس میں بہت سخت تھی، انھوں نے کہا صرف ایک امت نے یہ کام کیا اور تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کیا سزا دی، میری رائے ہے کہ ان لوگوں کو آگ میں جلا دینا چاہیے۔ پھر حضرت ابو بکر نے حضرت خالد بن ولید کو لکھا کہ ان لوگوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی یا اپنی باندی کی دُبر میں دخول کرے تو ہر چند کہ یہ فعل حرام ہے، لیکن اس پر حد نہیں ہے۔

(علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح، ج:۱۰، ص:۱۵۵، ۱۵۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۴ھ)

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی عورت کی سرین میں دخول کیا، یا عملِ قومِ لوط کیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے، تعزیر ہے۔ اور جامع الصغیر میں ہے، اس کو قید خانہ میں رکھا جائے گا اور امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ یہ فعل زنا کی مثل ہے اور اس پر حد لگائی جائے گی۔ امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا کیوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: فاعل اور مفعول کو قتل کردو۔ (سنن ابو داؤد و ج:۲، ص:۲۵۷، سنن ابن ماجہ ص:۱۸۴)

اور ایک روایت میں ہے، اوپر والے اور نیچے والے کو رجم کردو۔ (سنن ابن ماجہ، ص:۱۸۴)

اور امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ یہ فعل بھی حکماً زنا ہے، کیوں کہ اس میں بھی محلِ شہوت میں حرام طریقہ پر مکمل شہوت کو پورا کیا جاتا ہے۔" (شرح صحیح مسلم، ج:۴، کتاب الحدود، ص:۸۳۶، از: علامہ غلام رسول سعیدی)

جو خواتین ہم جنس پرستی کی شکار ہیں وہ تعزیری سزا کی مستحق ہیں۔ علما نے ان سے متعلق سورۃ النساء کی آیت ۱۵ سے استدلال کیا کہ "جو عورتیں (باہم) بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان پر چار افراد کی گواہی طلب کرو اور وہ گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں قید کردو، یہاں تک کہ وہ انتقال کر جائیں۔

مرد نے چوپائے سے وطی کی یا عورت نے بندر سے کرائی تو دونوں کو سزا دیں گے اور جانور کو ذبح کر کے جلادیں گے، اس سے نفع اٹھانا مکروہ ہے۔

(الدر المختار و رد المحتار، کتاب الحدود، مطلب فی وطئ البهيمة، ج:٦، ص:٤١)

## انسانی دنیا میں ہم جنس پرستی:

ہم جنس پرستی ایک مہلک متعدّی مرض کی طرح ساری دنیا میں بڑی تیزی سے پھیلتی جارہی ہے، اس کے حامیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے اور تقریبًا نصف دنیا نے اس کو قانونی جواز دے دیا ہے۔ امریکہ، برطانیہ، کناڈا، فرانس، ڈنمارک، نیوزی لینڈ، ساؤتھ افریقہ، برازیل، بلجیم، ارجنٹائنا، ناروے، پرتگال، اسپین کے بشمول امریکہ اور یورپ کے کئی ممالک نے باضابطہ اس کو قانونی جواز فراہم کردیا ہے۔ مشرق وسطی اور ایشیائی ممالک کی اکثریت اس کے خلاف ہے، لیکن دنیا کی تقریبًا ساٹھ فیصد آبادی ہم جنس پرستی کی تائید کررہی ہے اور ہر سات میں سے ایک فرد اپنے مخالفانہ ذہن کو تائید وحمایت میں تبدیل کررہا ہے۔ ستر فیصد بالغ افراد اس کی حمایت میں ہیں۔

اقوامِ متحدہ کے مطابق دنیا بھر میں ۷۶ ممالک ایسے ہیں جہاں ہم جنس پرستی کے خلاف امتیازی قوانین رائج ہیں، کچھ ممالک میں ہم جنس پرستی کی سزا موت ہے۔ حالیہ چند برسوں میں ہم جنس پرستی کی مقبولیت میں اضافہ ہوا ہے۔ آسٹریلیا نے حال ہی میں ہم جنس پرستوں کی شادی کو قانونی طور پر تسلیم کیا ہے۔ جنوبی ایشیا میں ہم جنس پرستوں کی زبردست شادیاں ہوئیں۔ موصولہ اعداد وشمار کے مطابق اکتوبر ۲۰۱۷ء میں دنیا بھر میں ۲۵؍ کے قریب ممالک میں ہم جنس پرستانہ تعلق کو قانونی طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

## اوراب سپریم کورٹ کا فیصلہ:

آج سے ۱۵۷؍ برس قبل برٹش حکومت کے دور میں دفعہ ۳۷۷؍ کا نفاذ کیا گیا تھا۔ اس قانون کی روشنی میں ہم جنس پرستی کو غیر فطری جرم قرار دیا گیا تھا۔ اس کے مطابق کسی مرد، خاتون، یا جانور کے ساتھ قدرتی اصولوں کے خلاف جنسی تعلق قائم کرنا ایک جرم تھا۔ ۱۸۶۰ء میں بنے اس برطانوی قانون کے تحت ابتدا میں چھ مہینے سے تین برس کی سزا مقرر کی گئی تھی، اس کے بعد اس سزا میں ترمیم کی گئی اور کم سے کم دس برس کی قید اور زیادہ سے زیادہ عمر قید کی سزا طے کی گئی۔ ۱۹۹۵ء میں تو اس جرم کے مرتکبین کو کالے پانی کی سزا مقرر کی گئی۔ ۲۰۰۹ء میں دہلی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اجیت پرکاش اور جسٹس ایس مرلی دھرن نے ایک فیصلے میں کہا تھا کہ دو بالغ اگر اپنی مرضی سے کوئی رشتہ قائم کرتے ہیں تو اسے جرم نہیں کہا جاسکتا۔ ۲۰۱۳ء میں سپریم کورٹ نے اس فیصلے کو کالعدم قرار دے دیا۔ ان کا موقف تھا کہ ہم جنس پرستی غیر فطری عمل ہے، اسے جرم کے زمرے میں شامل رہنا چاہیے۔ یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا، **سپریم کورٹ میں ایک پانچ رکنی بینچ نے، جس کی سربراہی چیف جسٹس دیپک مشرا کر رہے تھے، قائم ہوئی۔ اس آئینی بنچ نے بہ اتفاق رائے ہم جنس پرستی سے متعلق اپنے فیصلے میں کہا: "ایک ہی صنف کے دو بالغ لوگوں کے درمیان باہمی رضامندی سے جنسی تعلق جرم نہیں ہے۔"** عدالت عظمیٰ نے کہا: "انتخاب کرنے کا ہر فرد کو بنیادی حق حاصل ہے اور قانون کی دفعہ ۳۷۷ فرد کے اس حق سے متصادم ہے۔" تاہم عدالت نے اس دفعہ کی اس شق کو برقرار رکھا ہے جس کے تحت جانوروں کے ساتھ جنسی عمل کو جرم مانا گیا ہے۔ عدالت نے مزید کہا: "فرد کے انتخاب کا احترام آزادی کی روح ہے، ہم جنس پرست برادری کو ملک کے دیگر شہریوں کی طرح آئین کے تحت برابر کا حق حاصل ہے۔ دفعہ ۳۷۷ کی شقوں کے تحت مرد اور مرد یا عورت اور عورت کے درمیان سیکس کو جرم قرار دیا گیا تھا جو فرد کی آزادی اظہار کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔" مزید کہا: "برطانوی دورِ حکومت میں بننے والے اس قانون کے تحت ایک ہی صنف کے دو افراد کے درمیان سیکس جرم تھا اور اس کے لیے دس برس تک کی قید کی سزا ہوسکتی تھی۔ اس دفعہ کا استعمال سزا کے لیے اگرچہ شاذونادر ہی ہوتا تھا لیکن ہم جنس پرستوں کو ہراساں کرنے کے لیے اکثر اس کا استعمال کیا جاتا تھا۔"

## حقائق ونتائج:

یہ ایک سچائی ہے کہ مرد کا مرد سے جنسی تعلق شیطان لعین کی سازش کا نتیجہ ہے۔ یہ چار ہزار سے کچھ زائد برس پہلے کی بات ہے، اس سے قبل دنیا میں کوئی فرد اس مہلک مرض کو جانتا بھی نہیں تھا۔ شیطان نے یہ سازشی حربہ شہر سدوم میں قومِ لوط کے سامنے پیش کیا تھا اور اس کے بعد خود نوجوان بن کر قوم کے باغوں میں چوری کرنا شروع کی اور جب پکڑا گیا تو اس نے اسی سازش کو دُہرایا اور اس سے اور دیگر مہمانوں کے ساتھ قومِ لوط نے اغلام بازی شروع کردی۔ یہ ایک سچائی ہے کہ جب مرد مردوں کے ساتھ اغلام بازی کرنے لگتا ہے تو اس کے بعد عورتوں کی جانب اس کی طبیعت مائل نہیں ہوتی۔ اس کے بعد عورتوں نے بھی باہم ملنا اور باہم گندی حرکتیں شروع کردیں، اس طرح عورتوں میں بھی ہم جنس پرستی کے جراثیم شروع ہوگئے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ اس وقت سروے کے مطابق دنیا بھر میں ایک بڑی تعداد اس جرم میں ملوث ہے، معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ایک بڑی تعداد ان زانیوں اور شوہروں کی بھی ہے جو عورتوں سے پیچھے کے مقام سے یہ گندا عمل کرتے ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے اس کی جو سزائیں ہیں انتہائی اختصار کے ساتھ ہم نے انھیں بیان کیا، دنیا بھر میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی سب پر ظاہر ہے۔ انٹرنیٹ پر جاری لواطت اور خواتین کی ہم جنس پرستی کے تعلق سے بھی ہم نے بہت کچھ سنا ہے اور ہم ہی کیا زمانہ دیکھ اور سن رہا ہے۔ مگر شدید افسوس اس وقت ہوا جب گذشتہ دنوں ہندوستانی سپریم کورٹ نے بھی ہم جنس پرستی کا قانونی جواز پیش کردیا۔ ہمیں حیرت اور کروڑوں بار حیرت ہے کہ پانچ رکنی

آئینی بنچ نے چیف جسٹس دیپک مشرا کی سربراہی میں یہ افسوس ناک فیصلہ صادر کیا ہے اور افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ دفعہ ۳۷۷ کے ضمن میں جانوروں سے جنسی عمل کو ابھی تک جرم کے دائرے میں باقی رکھا گیا ہے۔ کیا وہ دلیل اور انسان کی فطری آزادی کی وہ شق یہاں کار فرما نہیں ہے؟ خیر یہ ایک معمہ ہے نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔ ہم جانتے ہیں کہ عدالتوں کا احترام کرنا ملکی قانون کے تحت لازم ہے، مگر اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ ملک اور سماج کو دنیا بھر میں رسوا کر دیا جائے اور مذہبی قانون کی دھجیاں اڑادی جائیں اور عام لوگ خاموش بیٹھے رہیں۔

سپریم کورٹ کے اس فیصلے کے بعد ملک کے تمام مذاہب کے لوگوں نے سلیقے سے اپنے اپنے انفرادی اور اجتماعی احتجاجات بھی درج کرائے ہیں اور یہ سلسلہ اس وقت بھی جاری ہے اور اس وقت تک باقی رہے گا جب تک گورنمنٹ یا عدلیہ اس پر نظر ثانی نہیں کرتی۔

## ہم جنس پرستی کے چند نقصانات:

اب ہم ذیل میں اس حرام کاری کے چند واضح نقصانات بیان کرتے ہیں:

(۱) ہم جنس پرستی مذہبی طور پر انتہائی شدید جرم ہے، عام طور پر اس کی سزا قتل ہے اور عورتوں کے باہمی جنسی روابط بھی بڑا اور بہت بڑا جرم ہے۔ پہلے تو یہ بات تھی کہ عورتیں باہم دخول سے عاری تھیں، مگر عہدِ حاضر میں تو اس کے لیے مصنوعی عضو تناسل بنا لیا گیا ہے اور عورتیں خود یا اپنی ہم جنس پرست خاتون سے وہ سب کچھ کراتی ہیں جس سے ان کی جنسی تسکین پوری ہو جاتی ہے۔

(۲) ہم جنس پرست افراد سماج میں بھی انتہائی مجرم نظر آتے ہیں۔ یہ افراد مرد ہوں یا خواتین جس گھر میں بھی ہوں گے ان کے اہلِ خانہ کو کتنی شرم و حیا رہے گی، ہم یہاں اپنی اسلامی فکر کی بنیاد پر لکھ رہے ہیں، اسی طرح اس میں وہ تمام لوگ بھی شامل ہیں جو اسے قبیح سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے ہم جنس پرست سماجوں میں اس کی شرم و حیا بھی ختم ہو گئی ہو، بہر حال یہ انتہائی بڑا جرم ہے اور شیطان یہ سب کام کرا کے خوب بغلیں بجا رہا ہو گا۔

(۳) آپ یہ تو بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوتِ شہوت نسل بڑھانے کے لیے عطا فرمائی ہے، جبکہ ہم جنس پرستی میں وہ چیز ہی مفقود ہو جاتی ہے نہ مرد مرد سے بچہ جن سکتا ہے اور نہ عورت عورت سے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ دنیا کی تباہی کا یہ بھی ایک راستہ ہو اور قربِ قیامت کی یہ بھی ایک علامت ہو۔

(۴) ہم جنس پرستی کے نتیجے میں ایڈس، جریان، سوزاک اور آتشک وغیرہ متعدّد بیماریاں شروع ہو گئی ہیں۔ ایڈز وغیرہ تو بیماری نہیں بلکہ بیماریوں کا سر چشمہ ہے۔ آج زمانہ طرح طرح کی بیماریوں سے دوچار ہے، یہ ہماری بہت بڑی نادانی ہے کہ ہم جنس پرستی میں ملوث ہو کر ان تمام بیماریوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ الامان والحفیظ۔

(۵) انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ نے آج پوری دنیا کو ایک انسان کی مٹھی میں رکھ دیا ہے، یوں تو تمام دنیا کے لوگ ہی اس کا استعمال کرتے ہیں مگر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس میں عام طور پر ملوث رہتے ہیں۔ اگر ان ذرائع کا استعمال صحیح طریقے سے کیا جائے تو اس کے کثیر فوائد ہیں، مگر دنیا میں اچھوں کی تعداد بہت کم ہے، عام طور پر ان ذرائع کا استعمال گندی چیزیں دیکھنے اور اپنے گندے کرتوت زمانے کو دکھانے کے لیے اپلوڈ کرتے رہتے ہیں۔ ان ذرائع کے غلط استعمال سے دیگر غلط کاموں کی طرح ہم جنس پرستی کی لعنت میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ لڑکا لڑکے سے اور لڑکی لڑکی سے، ہم جنس کی وبا پھیلانے میں ان ذرائع کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔

## سپریم کورٹ نے شادی شدہ افراد کو زنا کی بھی اجازت دی:

انتہائی افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ اب تک تو اہلِ ہند ہم جنس پرستی کے قانونی جواز سے پریشان تھے۔ ۲۷ر ستمبر ۲۰۱۸ کو سپریم کورٹ کی پانچ رکنی آئینی بنچ نے تعزیرات ہند [آئی پی سی] کی دفعہ ۴۹۷ [زنا] کو بھی غیر آئینی قرار دے دیا۔ آئینی بنچ نے اس سے متعلق تعزیراتِ ہند [سی آر پی سی] کی دفعہ ۱۹۸ کے ایک حصے کو بھی منسوخ کر دیا۔ چیف جسٹس دیپک مشرا کی سربراہی میں بنچ نے یہ واضح کیا کہ شادی شدہ افراد اگر کسی شادی شدہ مرد و خواتین سے اپنی رضا مندی سے ناجائز جنسی تعلقات قائم کرتے ہیں تو نہ شوہر اپنی بیوی کے خلاف آواز اٹھا سکتا ہے اور نہ بیوی اپنے شوہر کی زنا کاری کے خلاف کوئی کیس کر سکتی ہے۔ یہ ہے سپریم کورٹ سے زنا کی اجازت کا رخ، اللہ تعالیٰ دنیا اور خاص طور پر ہندوستانی افراد کو اس لعنت سے محفوظ رکھے۔ زنا ایک بدترین جرم ہے، اسلام اور دیگر مذاہب نے اس کی سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔

خیر اس سلسلے میں ہمیں کہنا تو بہت کچھ تھا مگر ہم بروقت خاموش احتجاج درج کراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری حکومت اور سپریم کورٹ کو نظرِ ثانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ قرآن و حدیث اور اسلامی شریعت کے مطابق زندگی گزاریں۔

**ہدیۂ تبریک**

# ممبئی میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے سربراہِ اعلیٰ کی بارگاہ میں

# ”مبلغِ اسلام ایوارڈ“

مصطفیٰ بازار ممبئی میں پیغامِ شہداے کربلا اور ۵۸واں عرس علیمی یومِ عاشورہ کو مصطفیٰ بازار، مجگاؤں میں بڑی عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے اور ہر برس بلند پایہ علما و مشائخ شرکت فرماتے ہیں۔ خادم مبارک حسین مصباحی بھی متعدّد بار شرکت کا شرف حاصل کر چکا ہے۔ شہداے کربلا اور شہیدِ اعظم امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شخصیات تو مسلسل یاد کی جاتی ہیں، اور حق یہ ہے کہ ان کی قربانیوں کا حق ادا کرنا بڑا مشکل نظر آتا ہے۔ مبلغ عالمِ اسلام حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی کا وصال مدینہ منورہ میں ۲۳/ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ/ ۲۲/ اگست ۱۹۵۴ء میں ہوا۔ آپ امام احمد رضا محدث بریلوی کے محبوب خلیفہ تھے۔ آپ نے تمام براعظموں کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ کثیر ممالک میں آپ کی تبلیغی کاوشوں کے زمینی حقائق نظر آتے ہیں۔ آپ کثیر زبانوں میں لکھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ آپ کی تبلیغ کے نتیجے میں ۵۰ ہزار سے زائد غیر مسلم دامنِ اسلام سے وابستہ ہوئے۔ اسلام قبول کرنے والے عام لوگ نہیں بلکہ اپنے اپنے میدانوں کی قابلِ ذکر شخصیات تھیں۔ آپ کے فرزند ارجمند حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی شخصیت علمی، دینی اور سیاسی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت کی حامل تھی ان دونوں شخصیات پر بہت لکھا گیا ہے۔

قابلِ صد مبارک باد ہیں علیمی مؤمنٹ کے ذمہ داران جنھوں نے امسال بھی ان دونوں پروگراموں کا انعقاد کیا۔ خاص طور پر ہم ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں محبِ گرامی وقار حضرت مولانا معین الحق علیمی مصباحی اور مفتیِ اعظم ہالینڈ حضرت مولانا مفتی شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی خطیب و امام مسجد طیبہ ایمسٹرڈم، ہالینڈ اور نوجوان فاضل حضرت مولانا محمد عرفان علیمی صدر علیمی موؤمنٹ کی بارگاہوں میں۔ انھیں فضلا کی محبتوں سے ”مبلغِ اسلام ایوارڈ“ شہزادۂ حضور حافظِ ملت حضرت عزیزِ ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی بارگاہ میں پیرِ طریقت سید السادات حضرت علامہ شاہ سید معین الدین اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشیں خانقاہ چشتیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے مقدس ہاتھوں سے دیا گیا۔ مبلغِ اسلام ریسرچ سینٹر کی جانب سے دیے گئے اس عظیم ایوارڈ پر ہم اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے تمام ذمہ داران مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت عزیزِ ملت کے سایۂ کرم کو ہم سب کے سروں پر دراز فرمائے۔ آمین۔

حضرت عزیزِ ملت کی عظیم روحانی شخصیت برِ صغیر میں محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ کا نام حضرت صدر الشریعہ نے تجویز فرمایا، چار سال، چار ماہ اور چار دن کی عمر میں حضور مفتیِ اعظم بریلوی نے رسم بسم اللہ خوانی ادا فرمائی۔ آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی. ایس. سی. انجینئرنگ کا کورس مکمل فرمایا اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے سندِ فضیلت حاصل فرمائی۔ حضور حافظِ ملت کے وصال کے بعد آپ کو اپنے والد گرامی کا جانشین منتخب کیا گیا اور پھر باضابطہ سربراہِ اعلیٰ کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ حضرت مفتیِ اعظم ہند کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے، حضرت مفتیِ اعظم ہند، حضرت برہانِ ملت جبل پوری اور حضرت مجاہدِ ملت اڑیسوی علیہم الرحمۃ والرضوان نے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ آپ اپنے فکر و عمل، رشد و ہدایت، دعوت و تبلیغ اور جامعہ کی تعمیر و ترقی میں مسلسل لگے رہتے ہیں۔ ملک اور بیرون ملک آپ کے کثیر مریدین اور خلفا ہیں۔ مذکورہ پروگرام میں بھی آپ نے فاضلِ اشرفیہ حضرت مولانا مفتی شفیق الرحمٰن عزیزی مقیم حال ہالینڈ کو بھی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ ہم انھیں بھی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

اس پروگرام میں خطیب الہند حضرت مولانا عبید اللہ خان اعظمی، مفکرِ ملت حضرت مولانا محمد ادریس بستوی، مفتیِ اعظم ہالینڈ حضرت مفتی شفیق الرحمٰن عزیزی مصباحی، مناظرِ اہلِ سنت حضرت مولانا مفتی عبد المنان کلیمی اور خطیبِ اہلِ سنت حضرت مفتی منظر حسن اشرفی مصباحی کے اہم خطابات ہوئے۔ خطیبِ اہلِ سنت حضرت مولانا عبید اللہ خان اعظمی سابق ممبر آف پارلیمنٹ نے فرمایا کہ: آج یہاں پیغامِ شہداے کربلا اور مبلغِ اسلام علامہ عبد العلیم صدیقی کا عرس ہے۔ آپ نے شہداے کربلا کے حوالے سے تفصیلی خطاب فرمایا اور آج کے ہندوستانی ماحول پر گفتگو کرتے ہوئے بیک نشست تین

طلاق کے مسئلے پر بھی مجاہدانہ انداز سے حق وصداقت سے لبریز خطاب فرمایا۔

حضرت مولانا محمد ادریس بستوی نائب ناظم جامعہ اشرفیہ نے بھی اپنے خطاب میں بڑی فکری باتیں ارشاد فرمائیں۔آپ نے کربلا کی تاریخ سے یہ پیغام دیا کہ اہلِ حق تلواروں کے سائے میں بھی نمازیں ادا کرتے ہیں، اگر آپ واقعی سچے حسینی ہیں تو پنج وقتہ نمازیں ادا ضرور فرمائیں۔

حضرت مفتی شفیق الرحمٰن عزیزی بڑی خوبیوں کی حامل شخصیت ہیں۔آپ نے اپنے خطاب میں مبلغِ اعظم عالمِ اسلام کی دینی اور تبلیغی خدمات پر بھر پور روشنی ڈالی۔آپ نے عالی جناب سیٹھ شمس الحق علیمی مرحوم کی شخصیت کا ذکر خیر بھی فرمایا۔

حضرت مفتی عبد المنان کلیمی حضور حافظِ ملت کے مریدِ صادق اور نام ور فاضلِ اشرفیہ ہیں۔آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور حضرت عزیزِ ملت سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ کے تعارف میں حق ادا فرمادیا۔آپ نے فرمایا کہ حضرت عزیزِ ملت صرف ایک فرد نہیں بلکہ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں۔آپ نے اپنے والدِ گرامی حضور حافظِ ملت کے تعلیمی مشن کو جس خوب صورتی کے ساتھ آگے بڑھایا ہے اس کی مثال ہندوستان بھر میں نظر نہیں آتی، آپ یقیناً اس لائق ہیں کہ آپ کو ''مبلغِ اسلام ایوارڈ'' سے سرفراز کیا جائے۔

حضرت مفتی منظر حسین اشرفی مصباحی بھی جواں سال خطیب ہیں، آپ نے بھی اجلاس کے موضوع کے گوشوں پر روشنی ڈالی اور خاص طور پر جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور حضرت سربراہِ اعلیٰ دامت برکاتہم العالیہ پر جذباتی انداز سے خطاب فرمایا۔

نظامت کے فرائض حضرت مولانا محمد عرفان علیمی نے انجام دیے۔دیگر اہم شرکا میں حضرت مفتی محمد شمیم ازہری ماریشش، حضرت مولانا فروغ احمد اعظمی، حضرت مولانا عبد الجبار ماہر القادری، حضرت مولانا وارث جمال قادری، حضرت مفتی شمس الدین، راجستھان، حضرت مفتی مظہر حسین علیمی، حضرت قاری اقبال احمد مصباحی گورکھ پور اور محترم جناب نسیم احمد حبیبی کلکتہ وغیرہ۔

---

**(ص:۱۹ کا بقیہ)**... ایسی تصانیف کی تعداد ایک دو یا چند نہیں بلکہ بہت ہے جو دوسرے مصنفین کی زندگی بھر کی تمام تر تصانیف پر بہر اعتبار بھاری ہے اس لیے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی نے ان تصانیف میں وہ رنگ تحقیق جمایا جو تصنیف و تالیف میں ان کی امامت وسیادت اجاگر و نمایاں کرنے کے لیے کافی وشافی ہے وہ سیکڑوں رسائل الگ ہیں جو سوال کے جواب میں تحریر کیے گئے۔

یہ بھی اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمال شان کا پہلو ہے کہ ہزاروں مدلل فتاویٰ کے ساتھ آپ کی کثیر تصانیف بھی نوع بنوع ہیں اور شروح اور حواشی اس پر مستزاد۔اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ ہوں یا تصانیف یا شروح و حواشی یہ سب اہل سنت کا وہ قابل افتخار سرمایہ ہے جو کسی بھی دوسری جماعت کے پاس نہیں۔

جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مولانا شاہ محرم علی صاحب چشتی، صدر ثانی انجمن نعمانیہ لاہور کے ۱۰؍ سوالوں کے جواب میں جو تفصیلی تحریر ہے اس کا یہ حصہ موقع کی مناسبت سے نقل کیا جاتا ہے:

**''نیاز مند کی چار سو تصانیف سے صرف کچھ اوپر سو اب تک مطبوع ہوئیں اور ہزاروں کی تعداد میں بلا معاوضہ تقسیم ہوئیں''۔**

اعلیٰ حضرت کی اس تحریر سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ اعلیٰ حضرت بلا شبہ امام تصنیف و تالیف اور امام اہل سنت ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تصانیف اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عام سے عام تر کیا جائے اور مل جل کر مذہب اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترویج واشاعت کی جائے۔ایسا کوئی کام نہ کیا جائے جو جماعتی شیرازہ بندی میں خلل انداز ہو یا ذہنی الجھاؤ اور انتشار کا سبب بنے۔

واضح رہے کہ مذہب اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کام کرنے والے تمام افراد قابل قدر اور لائق صد افتخار ہیں۔یاد رہے کہ فتنوں کے اس دور میں ہم سب کا ایک ہی علامتی نشان ہے وہ ہے! مسلک اعلیٰ حضرت۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اللہ رب العزت ہم سب کو اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر قائم رہ کر مذہب اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترویج و اشاعت کا حوصلہ عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہ نبیك الكريم عليه افضل التحية و التسليم .

☆☆☆☆

مطالعۂ تصوف

# سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

## سمنان سے ہندوستان تک

مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی

**سمنان کی تاریخی حیثیت:** سمنان ملک ایران کا ایک قدیم تاریخی اور مردم خیز شہر ہے اسلام کی عظیم وروحانی شخصیتوں نے یہاں جنم لیا اور اپنے ورود مسعود سے اس شہر کو عزت و عظمت اور شہرت وبلندی عطا کیں۔

اس شہر علم وعرفاں میں جنم لینے والی عظیم اور شہرہ آفاق ہستیوں میں سلطان ابراہیم نور بخشی، حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی اور غوث العالم تارک السلطنت سلطان حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسماء قابل ذکر ہیں، یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی بدولت شہر سمناں کو چہار دانگ عالم میں بے پناہ شہرت حاصل ہوئی اور اسلامی تاریخ کی اہم مقامات کا ایک خاص حصہ قرار پایا، اس شہر کے جانب مشرق میں ”کوہ پیغمبراں“ نام کی ایک جگہ ہے جہاں ”سیم النبی“ اور ”لام النبی“ نام کے خدا کے دو مقدس پیغمبر بھی مدفون ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان سے ہیں، ان ہی دونوں پیغمبروں کے نام پر اس شہر کا نام ”سیم لام“ ہوا جو مرور ایام اور کثرت استعمال سے بعد میں ”سمنان“ ہوگیا۔ (تاریخ سمنان ص:۲۲۸، مولف عبدالرفیع)

**خاندانی پس منظر:** مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق سلطنت نور بخشیہ سے تھا اور آپ سادات نور بخشیہ میں سے تھے جس کا اجمالی بیان کچھ اس طرح ہے۔

تاریخ اسلام کے عظیم خلیفہ معتضد باللہ عباسی نے اپنے دور اقتدار میں اسماعیل سامانی کو ملک خراسان کی حکومت عطا کی تھی، سلطان اسماعیل سامانی نے ماوراالنہر خراسان میں آٹھ سال حکومت کی اور آپ خاندان سامانیہ کے سب سے پہلے بادشاہ منتخب ہوئے، سلطان اسماعیل کی وفات کے بعد ان کے فرزند احمد بن اسماعیل سامانی باپ کا جانشین ہوا اور یہ سامانی خاندان کے دوسرے بادشاہ تھے۔

(تاریخ اسلام ج:۳، ص:۴۴۳، اکبر شاہ نجیب آبادی)

سلطان احمد بن اسماعیل کی حکومت سمرقند و بخارا، ماوراء النہر اور ایران تک پھیلی ہوئی تھی اس نے شمس الدین محمود نور بخشی (ان کا شمار اجلّہ صوفیا میں ہوتا تھا، مستجاب الدعوات بزرگ تھے، نسباً امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد تھے) کے بیٹے سید تاج الدین بہلول نور بخشی کو اپنا وزیر بنایا آپ صاحب فضل وکمال اور ہوش مند انسان تھے، سلطان آپ پر بے حد اعتماد کرتا تھا اور خاندان نبوت سے ہونے کی بنا پر آپ سے عقیدت بھی رکھتا تھا، تخت سلطنت پر مسند نشیں ہونے کے تین سال بعد سلطان احمد بن اسماعیل سامانی نے عراق وخراسان کا کچھ حصہ سید تاج الدین بہلول کو بطور جاگیر دے دیا تھا، جب سلطان احمد بن اسماعیل سامانی کا انتقال ہوا تو تاج الدین بہلول نے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور تیسری صدی ہجری میں تاج الدین بہلول نے باضابطہ طور پر خراسان میں اپنی حکومت وسلطنت کی بنیاد رکھی نیز اپنے نام کا سکہ بھی جاری کیا اور سادات نور بخشیہ میں آپ پہلے بادشاہ ہوئے، آپ نے سمنان میں پچاس سال تک حکومت کی، حکومت کا یہ سلسلہ یہاں سے شروع ہوا اور ساتویں صدی ہجری کے آخر تک خراسان میں سادات حسینی کی ایک مضبوط سلطنت قائم ہوگئی جس کی عظمت وجلالت کا سکّہ دیگر سلاطین اسلام کے دلوں میں قائم ہوا۔

اسی خاندان حسینی اور سادات نور بخشیہ کے سلاطین میں سلطان سید عماد الدین نور بخشی تھے جو سلطان سید نظام الدین علی شیر کے بیٹے تھے اور آپ ہی حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد تھے۔

مکتوبات اشرفی میں ہے: ”عماد الدین نور بخشی سال ۶۵۰ھ میں دار الخلافہ عراق میں بالاتفاق تخت نشیں ہوئے۔“

(مکتوبات اشرفی: ج۲، ص:۲۹۸، مترجم مولانا ممتاز اشرفی)

حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے نسبی تعلق کے بارے میں خود فرماتے ہیں:

”ایں درویش فقیر از نژاد آل سامان است“

(اشرف الفوائد، ص:۲۷)

ترجمہ: یہ درویش فقیر آل سامان کی اولاد سے ہے۔

حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا نسب مادری حضرت سلطان اسمٰعیل سامانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں خود اپنے رسالہ "اشرف الفوائد" میں یوں رقم طراز ہیں:

"فقیر کا نسب مادری سلطان اسماعیل سامانی سے منسوب ہے"۔

(اشرف الفوائد: ص ۲۸)

**والد گرامی:** سلطان سید عماد الدین نور بخشی کی وفات کے بعد ان کے صاجزادے سلطان سید ابراہیم سمنانی نور بخشی سلطنت سمناں پر رونق افروز ہوئے آپ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی تھے، آپ صرف سمنان کے ایک منصف و عادل اور بیدار مغز بادشاہ ہی نہ تھے بلکہ تقویٰ و طہارت اور روحانیت میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے، علم دین کی ترویج و اشاعت میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا، اپنے دور سلطنت میں طالبان علوم نبویہ اور علماے دین کی سرپرستی فرماتے تھے اور شہر سمناں میں بہت سارے مدارس قائم کئے تھے جن میں کثیر تعداد میں طلبہ علم دین حاصل کرتے تھے، ان مدارس میں پڑھانے والے اساتذہ اور پڑھنے والے طلباء دونوں کو سرکاری خزانہ سے وظیفہ بھی دیا جاتا تھا اور ان کی مکمل کفالت بھی کی جاتی تھی اور یہ سب کچھ آپ کے حکم سے ہوتا تھا۔

آپ کے دور سلطنت میں مختلف علوم وفنون پر بہت ساری علمی تصانیف بھی تحریر کی گئیں "سبعیہ ابراہیم شاہ" آپ کے عہد سلطنت کی معروف تصنیف ہے جو بعد میں "سبع المسابع" کے نام سے مشہور ہوئی یہ کتاب علوم وفنون میں اپنی مثال آپ تھی، حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات اشرفی میں اس کتاب کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

"ان میں سے ایک کتاب "سبع ابراہیم شاہ" ہے۔ اس کتاب میں نام کی مناسبت سے سات علوم لکھے گئے ہیں: (۱) فقہ (۲) اصول (۳) کلام (۴) منطق (۵) معنی (۶) ہیئت (۷) بدیع۔ ان میں سے ہر علم کو شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا تھا کہ ان لفظوں سے بھی خاص مسائل کی جانب اشارہ ملتا تھا اور ان الفاظ کی تشریح میں مسائل کا خزانہ پوشیدہ تھا یہ کتاب اتنی مشہور ہوئی کہ ہر جانب کے علمانے اسے پسند فرمایا اور اپنے شہر میں منگوایا، یہی کتاب بعد میں سبع المسابع کے نام سے مشہور ہوئی اس زمانے کے کوئی فاضل یا عالم اس کتاب سے غافل نہ تھے الحاصل اس کتاب کے کھولنے اور سمجھنے سے ایک خزانہ ہاتھ آتا تھا۔" (مکتوبات اشرفی ج ۲، ص: ۶۶، مترجم مولانا ممتاز اشرفی)

**والدہ ماجدہ:** حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ کا نام "سیدہ خدیجہ خاتون" تھا وہ نہایت عابدہ و زاہدہ اور پرہیز گار خاتون تھیں، اکثر نفلی روزے رکھتی تھیں اور پابندی کے ساتھ تلاوت قرآن کیا کرتی تھیں، آپ مشہور بزرگ حضرت خواجہ احمد ایسوی رحمۃ اللہ علیہ کی صاجزادی تھیں جو نجیب الطرفین سید تھے، اپنے زمانہ کے جلیل القدر بزرگ صاحب علم وفضل تھے اور مشائخ میں بلند مقام رکھتے تھے، "اسلامی انسائیکلوپیڈیا" میں آپ کے متعلق یوں لکھا ہے "تصوف کی تاریخ میں احمد ایسوی ایسی شخصیت کے مالک ہیں جنہوں نے مریدوں اور پیروں کے کئی سلسلوں کو جنم دیا اور ان سے منسوب "دیوان حکمت" نے صوفیانہ طرز زندگی پر گہرا اثر ڈالا خصوصا نقشبندی سلسلے نے اپنی تعلیمات کا ماخذ اس کو بنایا۔" (اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص: ۱۲۲)

**ولادت با سعادت:** حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت با سعادت ۶۸۸ھ مطابق ۱۲۸۹ء میں سمنان (خراسان) میں ہوئی، آپ کی ولادت سے متعلق ایک روایت بہت مشہور ہے اور اس کو تقریبًا تمام مورخین نے اپنی اپنی کتاب میں بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب سیدہ خدیجہ خاتون کی شادی سلطان سید ابراہیم سے ہوئی تو ابتدا میں دو یا تین لڑکیاں پیدا ہوئیں اس کے بعد آٹھ سال تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ سلطان ابراہیم سخت متفکر ہوئے کہ تخت سمناں کا وارث کون ہوگا؟ بی بی خدیجہ بھی رنجیدہ ہونے لگیں کیونکہ دونوں ہی کو اولاد نرینہ کی شدید خواہش تھی اور اس خواہش کی تکمیل کے لیے راتوں کو خدا کے حضور روتے اور گڑگڑاتے تھے ایک روز نماز فجر سے فارغ ہوکر سلطان ابراہیم اور سیدہ خدیجہ خاتون اپنے مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے دیکھا ابراہیم مجذوب جو سمناں میں ہی رہا کرتے تھے اچانک محل میں نمودار ہوئے سلطان اور ملکہ دونوں ہی ان کو اس طرح محل میں دیکھ کر حیران ہوئے اور انہوں نے مجذوب کا نام تو سنا تھا لیکن کبھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، سلطان کھڑے ہوئے اور انہیں عزت واحترام کے ساتھ لاکر اپنے تخت پر بٹھایا اور پھر ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر مؤدب کھڑے ہوئے، مجذوب نے سلطان ابراہیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "آج تم کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں کیا اولاد نرینہ کی خواہش ہے؟" سلطان نے عرض کیا اگر عنایت ہو تو عین نوازش ہوگی، مجذوب نے کہا: اس کی قیمت

زیادہ ہے کیوں کہ تمھیں عجوبہ روزگار ملے گا سلطان نے ادب سے عرض کیا جو حکم ہو گا حاضر کر دوں گا مجذوب نے کہا: ہزار (۱۰۰۰) اشرفیاں چاہیے، سلطان نے فوراً ہزار اشرفیاں لاکر پیش کر دیں مجذوب نے کہا: اے ابراہیم تو نے ابراہیم سے بہت سستا سودا کیا اور پھر تخت سے اٹھ کر چل پڑے، سلطان بھی مجذوب کے پیچھے تعظیماً چلنے لگے تو مجذوب نے چند قدم چلنے کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہا " ایک بیٹا تولے چکے اب کیا چاہئے؟ اچھا جاؤ اللہ ایک چھوڑو دو (۲) اولادیں دے گا " پھر وہ مجذوب نظروں سے غائب ہو گئے اس کے بعد سلطان ابراہیم کے یہاں دو فرزند پیدا ہوئے ایک سید اشرف سمنانی اور دوسرے محمد اعرف سمنانی قدس سرہما النورانی۔

(محبوب یزدانی، ص: ۲۲ تصنیف شیخ طریقت سید نعیم اشرف جائسی مطبوعہ دار العلوم جائس)

**تحصیل علم:** حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر جب چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی تو نہایت دھوم دھام اور تزک واحتشام کے ساتھ آپ کی تسمیہ خوانی کی گئی اس وقت کے جلیل القدر عالم دین حضرت مولانا عماد الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بسم اللہ کی پہلی تعلیم دی اور آپ کے پہلے استاد قرار پائے، سات سال کی عمر میں آپ نے صرف ایک سال میں قرآن شریف قرأت سبعہ کے ساتھ حفظ کیا اور چودہ سال کی عمر میں علوم متداولہ پر مکمل عبور حاصل کیا، معقولات و منقولات دونوں پر یکساں مہارت حاصل کی اور دستار فضیلت سے نوازے گئے اس دور کے چار اصحاب علم وفضل سے آپ نے سند حدیث حاصل کی علی بن حمزہ کوفی سے آپ نے سند تجوید و قرأت حاصل کی۔

صاحب صحائف اشرفی سید شاہ علی حسین اشرفی میاں رحمۃ اللہ علیہ آپ کا تبحر علمی ذہانت و فطانت اور خداداد صلاحیت کے متعلق لکھتے ہیں:

" جب سن شریف سات سال کو پہنچا تو نکات علمی اس خوبی سے بیان فرماتے کہ بڑے بڑے علما سن کر عش عش کر جاتے تھے بارہ برس کی عمر میں علوم معانی و بلاغت، معقول و منقول، تفسیر و فقہ، حدیث و اصول حدیث جملہ علوم سے فارغ ہوئے۔ " (صحائف اشرفی حصہ اول ص: ۱۱۴)

**سلطنت و حکومت:** حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی سلطان سید ابراہیم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد تخت سمناں پر رونق افروز ہوئے اور سمنان کے بادشاہ ہوئے، معتبر روایات کے مطابق اس وقت آپ کی عمر شریف پندرہ سال تھی، آپ نے سمنان میں دس سال تک حکومت کی اور سمنان کو کافی عروج بخشا، سمنان آپ کے دور حکومت میں بغداد اور غرناطہ بن گیا، گھر گھر خوشحالی اور فارغ البالی تھی، آپ کے عدل و انصاف کی دھوم مچی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ایک عادل منصف اور بیدار مغز حکمراں تھے اور حکمرانی و شہنشاہی کے اصول و ضوابط سے مکمل طور پر باخبر تھے، ایک کامیاب حاکم اور بادشاہ کے اندر جو صلاحیتیں اور اوصاف درکار ہیں وہ سب آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھے، آپ کے زریں دور سلطنت سے متعلق بے شمار واقعات مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کیے ہیں جو آپ کے عہد سلطنت کی انمول خوبیوں پر دال ہیں۔

**قوت جہاد:** حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی صرف ایک عادل حکمراں ہی نہیں تھے بلکہ بہترین سپہ سالار بھی تھے اور اس کا ثبوت وہ جنگ ہے جو حدود مملکت کے سلسلے میں مغلوں کے خلاف اپنے دور سلطنت میں آپ نے بذات خود لڑی اور اپنے فوج کی کمان بھی سنبھالی، اپنی فہم و فراست، حکمت و تدبر اور مجاہدانہ کردار سے جنگ میں کامیابی حاصل کر کے یہ ثابت بھی کر دیا کہ فن حرب میں بھی آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

**تزکیۂ نفس اور معرفت الٰہی:** حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ امور سلطنت کی تمام تر مصروفیات کے باوجود فرائض وسنن اور واجبات نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ادا فرماتے تھے، ذوق عبادت آپ کا خاص وصف تھا اور عبادت و ریاضت میں زیادہ تر مشغول رہا کرتے تھے، تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، ریاضت و مجاہدہ اور معرفت الٰہی کی تڑپ آپ کے دل کو بے چین کر رہی تھی، عشق الٰہی کی آگ دل میں فروزاں تھی، اس تشنگی کو بجھانے کے لیے آپ سمنان کے عظیم بزرگ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں بار بار حاضر ہوا کرتے تھے۔ (محبوب یزدانی: ص ۲۶)

مکتوبات اشرفی میں ہے: پندرہ سال کی عمر میں تخت سلطنت پر رونق افروز ہوئے مگر آپ کو کار سلطنت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی زیادہ تر آپ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ (مکتوبات اشرفی، ج:۱، ص:۷۵)

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ترک سلطنت سے پہلے بھی بزرگوں سے فیض حاصل کرتے تھے اور آپ کی مکمل توجہ سلوک و

معرفت کی طرف تھی، آپ کے شب و روز اسی جستجو اور تلاش میں گزر رہے تھے۔

## حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت اور بشارت:

حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اسی طلب و جستجو میں تھے کہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب قدر میں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی، حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا:

"اشرف حجاب تخت و تاج دور کرو لذت وصال الٰہی کے لیے تیار ہو جاؤ تجلیات باری تمہیں اپنے زیر سایہ لینے والی ہیں اب اس کے لیے اپنے کو تیار کرو حکومت اور بادشاہی کے جھمیلے کو ترک کرو اور ملک ہند کی طرف روانہ ہو جاؤ وہاں میس کو طلا (چاندی کو کندن) بنانے والے شیخ علاء الحق والدین گنج نبات تمھارے منتظر ہیں۔"

(محبوب یزدانی، ص:۲۶، مطبوعہ دار العلوم جائس)

**ترک سلطنت:** حضرت خضر علیہ السلام کی بشارت کے بعد صبح صبح ہوتے ہی حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ترک سلطنت (حکومت چھوڑنے) کا اعلان کر دیا اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور دس سال سمنان میں حکومت کر چکے تھے، اعلان دست برداری کے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی محمد اعرف کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور رسم تاج پوشی ادا فرمائی پھر تمام نظامت سلطنت تفویض کر کے امور سلطنت کے بارے میں ان کو خاص نصیحتیں فرمائیں، مکتوبات اشرفی میں ہے۔"صبح کو آپ نے چھوٹے بھائی سے ترک سلطنت کا ارادہ ظاہر کیا اور آخری نصیحت کی اور عدل و انصاف اور شریعت کی پابندی کی تاکید کی۔" (مکتوبات اشرفی، ج:۱، مکتوب نمبر:۲۸)

**اجازت سفر:** تفویض سلطنت اور رسم تاج پوشی کے بعد حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بتا کر سفر کی اجازت طلب کی تو وہ آبدیدہ ہو گئیں اور فرمایا: "بیٹا! میں اس دن کی منتظر تھی اس لیے کہ عرصہ ہوا میں نے اپنے دادا حضرت خواجہ احمد الیسوی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا انہوں نے مجھے خواب میں بشارت دی تھی کہ اللہ تمھارے بیٹے کی نور ولایت سے آفاق روشن کر دے گا، شاید اس بشارت کے ظہور کا وقت آ گیا میں تمھیں خدا کے سپرد کرتی ہوں لیکن میری ایک آرزو ہے کہ جب محل سے نکلو تو شاہانہ خدم و حشم اور فوجی جلوس کے ساتھ نکلو تاکہ اسے دیکھ کر میں اپنے دل کو یہ بہلا سکوں کہ میرا بیٹا کوئی ملک فتح کرنے جا رہا ہے۔" (ایضاً ص:۲۷)

**آغاز سفر اور مشائخ سے ملاقاتیں:** حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی ترک سلطنت کے اعلان سے سمنان میں ایک کہرام مچ گیا اور بجلی کی طرح یہ خبر شہر اور اطراف و مضافات میں چھا گئی، ہر شخص انگشت بدنداں اور متحیر تھا، کوئی آپ کی غربا نوازی اور عدل و انصاف کو سوچ کر کف افسوس مل رہا تھا تو کہیں آپ کے تدبر و سیاست کے خطبے پڑھے جا رہے تھے اور آپ اعیان سلطنت سے گلے مل کر خوشی و مسرت کے ساتھ سفر کی تیاری کر رہے تھے۔

جب آپ نے دار السلطنت چھوڑا اور سب کو الوداع کہہ کر رخصت ہوئے تو ایک عظیم الشان جلوس آپ کے ساتھ تھا، والدہ ماجدہ کی ہدایت کے مطابق بارہ ہزار لشکر آپ کے ہمراہ تھے، ان کے علاوہ علما و فضلا عمائدین شہر، فقرا، درویش اور بے شمار لوگ آپ کو رخصت کرتے وقت آپ کے ساتھ تھے، شیخ علاء الدولہ سمنانی بھی ایک منزل تک آپ کے ساتھ رہے، آپ کے بے حد اصرار کے باوجود بھی کوئی آپ کو چھوڑ کر واپس جانے کو تیار نہیں تھا، سمنان سے چند منزل سفر طے کرنے کے بعد بہت دباؤ اور اسرار کے ساتھ آپ نے اپنے عقیدت مندوں کو واپس کرنا شروع کیا پھر بھی خراسان کی سرحد تک بہت سارے لوگ آپ کے ساتھ تھے، جب آپ اپنے حدود سلطنت پار کرنے لگے تو تمام لوگوں کو فوج سمیت واپس کر دیا صرف دو خاص مصاحبین آپ کے ساتھ رہ گئے ان میں ایک کا نام عبد اللہ تھا جو کسی بھی صورت میں آپ کو اکیلا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ (گلزار اشرفی، ص:۸۲)

**بخارا:** سمنان سے سیدھے حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ "بخارا" پہنچے، بخارا میں آپ کی ملاقات ایک مجذوب درویش سے ہوئی انہوں نے آپ سے معانقہ کیا اور اپنی پیشانی کو آپ کی پیشانی سے رگڑا جس سے آپ پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی انہوں نے آپ کو سمت مشرق سفر کرنے کا حکم دیا اور جدا ہو گئے۔

**سمر قند:** حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سمر قند کی جانب روانہ ہو گئے، سمر قند میں وہاں کے "شیخ الاسلام" سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ بڑی نیاز مندی کے ساتھ آپ سے پیش آئے اور آپ کو اپنے گھر لے گئے ایک شب آپ نے قیام فرمایا، آپ کے چہرہ انور پر نور ولایت دیکھ کر اس نے آپ کو پہچان لیا تھا عزت و تکریم میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

**اوچ:** وہاں سے آپ نے ہندوستان کا رخ کیا ساتھ میں آپ کے دونوں مصاحبین جو اپنی جان سے بھی زیادہ آپ کو چاہتے تھے وہ بھی ہم رکاب تھے، راستے میں ایک مفلوک الحال فقیر سے آپ کی ملاقات ہوئی آپ نے اس کو اپنا گھوڑا جس پر آپ سفر کر رہے تھے اور آپ کی ٹھکرائی ہوئی سلطنت کی آخری یادگار تھا وہ اسے دے دیا اور اب پا پیادہ چل پڑے ،رات کو آپ نے ایک گاؤں میں قیام فرمایا، دونوں رفقائے سفر دن بھر کے تھکے ماندے اول شب ہی میں بے خبر سو گئے، آپ کی آنکھ تہجد کے لیے کھلی آپ نے وضو فرمایا اور نماز تہجد ادا کی اور یہ خیال کر کے کہ فقیر کو مصاحب یا خادم کی کیا ضرورت؟ ان دونوں کو وہیں سوتا چھوڑ کر خود رات کی تاریکی میں اکیلے جانب منزل چل دیئے، مہینوں جنگلوں، پہاڑوں اور ناقابل گزر راستوں کو طے کرتے ہوئے صوبہ سندھ کے مشہور شہر اوچ پہنچے جو اس وقت ایک پرانے قصبے کی حیثیت سے ملتان کے قریب ”اُچ“ کے نام سے مشہور ہے، یہ شہر اس وقت حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیان جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کے قیام کی وجہ سے مرجع خلائق بنا ہوا تھا، آپ سیدھے ان کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا: ”طالب صادق نسیم باغ سیادت دماغ میں پہنچی فرزند مبارک ہو تم بہت مردانہ وار آئے ہو جلدی کرو برادرم علاء الحق تمھارے منتظر ہیں تمھاری تعلیم و تکمیل انہیں سے ہوگی۔“

(محبوب یزدانی، ص: ۲۹ مطبوعہ دار العلوم جائس)

پھر آپ نے تین روز اوچ میں قیام فرمایا، اس دوران حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو تمام روحانی نعمتیں عطا فرمائیں، سلسلۂ قادریہ چشتیہ کی خلافت و اجازت بھی عطا فرمائی اور خرقہ خلافت پہنا کر عجیب و غریب کمالات کا مشاہدہ بھی کرایا۔ (مکتوبات اشرفی)

**دھلی:** حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیضان سے مستفیض اور باطنی نعمتوں سے مشرف ہو کر ”اوچ شریف“ سے دہلی کی جانب روانہ ہوئے، دہلی پہنچ کر آپ نے قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے مزارات پر حاضری دی اور فیوض و برکات حاصل کئے یہاں بھی ایک صاحب ولایت سے آپ کی ملاقات ہوئی انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا: ”اشرف خوب آئے مگر تمھارا قیام مناسب نہیں تمہیں منزل مقصود پر جلد پہنچنا ہے وہاں تمھارا انتظار ہو رہا ہے۔ (محبوب یزدانی، ص: ۳۰)

ان نفوس قدسیہ کی بار بار یاد دہانی نے آپ کی آتش شوق اور تیز کر دیا آپ جوش و اضطراب کی کیفیت میں منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہو گئے۔

**پنڈوہ شریف بنگال:** دہلی سے آپ پنڈوہ شریف (جو اس وقت ضلع مالدہ میں واقع ہے) پہنچے، اور بہار شریف میں حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھانے سے متعلق جو واقعہ مشہور ہے اور بعض تذکروں میں آتا ہے یہ آپ کے پہلے سفر میں پیش نہیں آیا بلکہ یہ آپ کے دوسرے سفر کا واقعہ ہے، تاریخ کی نہایت ہی معتبر و مستند کتاب مکتوبات صدی کے مطابق حضرت شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۷۸۲ھ میں ہوا ہے (دیکھیں مکتوبات صدی، ص:۲۰) اور حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۳۷ھ میں سمنان کی ترک سلطنت کی اس طرح ۷۳۷ھ سے ۷۸۲ھ تک ۴۶ سال کا فاصلہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے پہلے سفر میں حضرت شرف الدین یحیٰ منیری بقید حیات تھے تو پھر نماز جنازہ پڑھانے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔

پنڈوہ شریف کی سرزمین پر مرشد برحق مخدوم العالم حضرت شیخ علاء الدین گنج نبات ابن اسعد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مسند رشد و ہدایت پر رونق افروز تھے، آپ کا سلسلہ نسب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، آپ اپنے وقت کے جلیل القدر بزرگ صاحب تقویٰ و روحانیت اور مقتدائے ارباب ولایت تھے، علم و فضل، زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے، طریقت میں حضرت اخی سراج الدین عثمان المعروف اخی سراج آئینہ ہند رحمۃ اللہ علیہ (مصنف ہدایۃ النحو) کے مرید اور خلیفہ تھے جو سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے، بنگال میں تبلیغ اسلام کے حوالے سے آپ ہی کی ذات کو اولیت حاصل ہے۔

حضرت شیخ علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ کی شان و عظمت بیان کرتے ہوئے صاحب ”مراۃ الاسرار“ نے یوں لکھا ہے:

”آپ کے کمالات کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ میر سید اشرف جہانگیر سمنانی جیسے شہباز اور بلند پرواز حضرت خضر علیہ السلام کی رہنمائی سے ملک خراسان سمنان کی بادشاہی چھوڑ کر آپ کی خدمت میں پہنچے اور حسن تربیت سے مرتبہ تکمیل و ارشاد پر پہنچے باوجود کہ بے شمار اولیائے کبار سے آپ کو راستے میں ملاقات ہوئی لیکن سب نے یہی فرمایا

کہ تمھارا مرشد بنگال میں ہے وہاں جاؤ۔" (مراۃ الاسرار، ص:۱۰۱)

معتبر روایات کے مطابق حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے سمنان سے پنڈوہ تک کا سفر دو سال میں طے کیا۔

## روحانی مسافر کا بے مثال استقبال:

حضرت شیخ علاء الدین گنج نبات رحمۃ اللہ علیہ اپنی خانقاہ معلی میں قیلولہ فرما رہے تھے اچانک آپ بیدار ہوئے اور مریدین سے فرمایا۔ "بوئے یار می آمد" یعنی مجھے اپنے دوست کی خوشبو آرہی ہے، محافہ (ایک مخصوص قسم کی سواری) تیار کرنے کا حکم دیا اس میں آپ سوار ہوئے شہر پنڈوہ سے باہر تشریف لائے اور استقبال کے لیے نکل پڑے، آپ کے ہمراہ مریدین و معتقدین کے علاوہ ہزاروں نیاز مندوں کی ایک بڑی تعداد بھی ایک عظیم جلوس کی شکل میں شامل ہوئے، آپ کا اس طرح خانقاہ سے باہر کسی کے استقبال کے لیے نکلنا، ہر شخص کے لیے باعث حیرت تھا کہ وہ مرد قلندر جو سلطان وقت کو خاطر میں نہ لاتا ہو اور جس کے کمال بے نیازی کے سامنے بادشاہ بھی سر جھکاتا ہو وہ آج کس کے استقبال کے لیے شہر سے باہر جا رہے ہیں یقیناً آنے والا شخص اپنے وقت کا کوئی عظیم انسان ہوگا۔

پنڈوہ شریف سے دو میل چل کر ایک سینبل کے درخت کے نیچے سواری روک کر آپ سواری سے اتر پڑے اور آنے والے کا انتظار کرنے لگے، دور سے گرد و غبار اڑتا ہوا نظر آیا معلوم ہوا کہ کوئی آرہا ہے آپ نے فوراً ایک خادم کو بھیجا کہ معلوم کرو کون آرہا ہے؟ خادم نے آکر بتایا کہ اشرف نامی ایک صاحب سمنان سے آرہے ہیں یہ سن کر حضرت شیخ علاء الحق گنج نبات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسرت کا اظہار کیا اور مریدین اور حاضرین سے فرمایا" جس کے ہم دو سال سے منتظر تھے وہ آرہے ہیں، کچھ ہی دیر بعد حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ پہنچ گئے، آپ چند قدم خیر مقدم کے لیے آگے بڑھے، حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب دیکھا تو سامنے اپنے شیخ ہی کو پایا، طالب نے اپنے مطلوب کو محب نے اپنے محبوب کو اور مرید نے اپنے پیر کو دیکھ لیا پھر کیا تھا پیر و مرشد کے قریب آتے ہی حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ قدم بوسی کے لیے جھک پڑے اور اپنا سر شیخ کے قدموں پر رکھ دیا، حضرت شیخ علاء الحق گنج نبات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرط محبت سے آپ کو اٹھایا، سینے سے لگایا، طویل معانقہ کے بعد لوگوں سے آپ کا تعارف کرایا پھر ارشاد فرمایا:

" فرزند اشرف جس وقت تم سمناں سے روانہ ہوئے تھے میں اسی وقت سے تمھارا انتظار کر رہا ہوں اور ہر ہر منزل پر تمھاری نگرانی کرتا رہا ہوں تمھارے آنے سے قبل حضرت خضر علیہ السلام نے ستر مرتبہ تمھاری آمد کی خبر دی ہے۔"

پھر فرمایا میری پالکی پر سوار ہو جاؤ پہلے تو آپ نے ادب کی وجہ سے منع کیا لیکن جب شیخ نے حکم دیا تو "الامر فوق الادب" پر عمل کرتے ہوئے آپ حضرت شیخ گنج نبات رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ان کی پالکی پر سوار ہو گئے اور قافلہ پنڈوہ شریف کی خانقاہ پہنچا۔

**تاریخی ضیافت:** حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پنڈوہ شریف کی خانقاہ پر پہنچے تو حضرت شیخ علاؤ الحق والدین گنج نبات پنڈوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کو اپنے ہمراہ لے کر خانقاہ میں داخل ہوئے اور اپنے قریب بٹھایا پھر خادم کو حکم دیا کہ دسترخوان بچھاؤ، دوسرے خادم سے فرمایا پانی لاؤ، خادم نے پانی حاضر کر دیا، دسترخوان بچھا اور انواع واقسام کے کھانے چنے گئے، شیخ نے فرمایا "فرزند اشرف مقاصد کونین سے ہاتھ دھو لو تا کہ وصل الٰہی کی دولت حاصل ہو"۔ آپ نے فرمایا "میں پہلے ہی ہاتھ دھو چکا ہوں پھر یہاں بیٹھا ہوں" پھر شیخ نے اپنے دست اقدس سے حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چار لقمے کھلائے اس کے بعد "ابالے ہوئے سادہ چاول" جس کو پانی میں سرد کیا گیا تھا اسے لایا گیا (اس کو بنگلہ زبان میں (پن بھتہ) کہا جاتا ہے) پھر شیخ نے فرمایا "فرزند اشرف یہ کھا لو، یہ فقیروں کی غذا ہے اور اس کے کھانے سے تشنگان معرفت کو بڑی تسکین ہوتی ہے"۔ آپ نے اسے تناول فرمایا آخر میں پان پیش کیا گیا اور حضرت شیخ علاؤ الحق والدین گنج نبات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ہاتھ سے پان کی چار گلوریاں آپ کو کھلائیں، پنڈوہ شریف میں شیخ کی بارگاہ میں حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کی یہ پہلی ضیافت تھی اس کے بعد شیخ نے مروجہ طریقے سے آپ کو مرید کیا اور حضرت گنج نبات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کلاہ مبارک اتار کر آپ کے سر پر رکھ دی، آپ پر رقت اور جذب کی کیفیت طاری ہو گئی اور اسی جذب کے عالم میں فی البدیہہ

نہادہ تاج دولت بر سر من
علاء الحق والدین گنج نبات
زہے پیرے کہ ترک از سلطنت داد
بر آوردہ مرا از چاہ آفات

ترجمہ: حضرت علاء الحق والدین میرے سر پر دولت کا تاج رکھ دیا، اس پیر کا کیا کہنا جس سے ملنے کی تمنا نے مجھے سلطنت سے بے نیاز کر دیا اور آفات سے نکال کر روحانی ترقی کی شاہراہ پر ڈال دیا۔ (جاری)

# آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے

## مصنّف کے ورثا کا دینی کتاب کی رائلٹی لینا کیسا ہے؟

ایک دینی ادارے نے ایک کتاب پر تحقیق و تخریج اور تسہیل و تصحیح جیسے کئی کام کرنے کے بعد اسے عوام الناس کے فائدے کے لیے شائع کر دیا، جس پر مصنف (جن کے دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے ۳۲؍ سال ہو چکے ہیں) کے ایک بیٹے نے اس کام کی تعریف کہ ہمارے ابو نے بہت اچھا کام کیا ہے، لیکن ادارے سے یہ مطالبہ کیا کہ یہ میرے والد کی کتاب ہے، اس کے حقوق میرے پاس ہیں اور آپ نے اسے بغیر اجازت شائع کیا ہے، اس لیے ہمیں اس میں سے دس فیصد کے حساب سے کتاب کے اڑھائی ہزار نسخے یا پھر ان کی قیمت دی جائے، جو کہ میں والد صاحب کے ورثا میں تقسیم کروں گا۔ سب بہن بھائی بغیر اجازت کتاب چھاپنے پر بہت ناراض ہیں اور یہ مطالبہ سب ورثا کی طرف سے ہے، کیوں کہ یہ وراثت کا معاملہ ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان ورثا کا یہ مطالبہ شرعاً درست ہے نیز انھیں رقم یا کتاب کے نسخے دینا ضروری ہے؟ یاد رہے یہ کسی شخصیت کی ذاتی ملکیت نہیں اور نہ ہی اس سے حاصل ہونے والا نفع کسی کی جیب میں جاتا ہے بلکہ یہ ادارہ دین کی اشاعت کے لیے قائم کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

### الجواب

کتاب کا حقِ طباعت آج کل مال کے درجے میں آ چکا ہے، اس لیے اگر کتاب کے ناشر یا وارث نے حقِ طباعت اپنے لیے مخصوص یا محفوظ کر لیا ہو مثلاً کتاب میں جملہ "حق طباعت بحق ناشر محفوظ" لکھا ہو، یا اس طرح کا کوئی جملہ درج ہو یا وہاں کا عرف شاہد ہو، یا زبانی پہلے سے بتا دیا ہو تو اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص یا ادارے کو ایسی کتاب کی طباعت رَوَا نہ ہوگی اور اگر کتاب طبع کرا لی تو ناشر یا وارث اپنے مخصوص حقِ طباعت کا معاوضہ لے سکتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں جب مصنف کے بیٹے یہ کہتے ہیں "اس کتاب کے حقوق میرے پاس ہیں" اور اس وجہ سے وہ کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں تو تراضیِ طرفین سے کچھ مناسب معاوضہ متعیّن کر کے دے دیا جائے، انھیں بھی چاہیے کہ ۱۰؍ فیصد کے لیے ضد نہ کریں، اس نوع کے مسائل کی تفصیل و تحقیق کے لیے راقم الحروف کی کتاب "پگڑی کے مسائل" کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## مدرسے کے روپیوں سے ذاتی زمین خریدنا کیسا ہے؟

زید نے اپنے گاؤں کے مدرسہ کے روپیہ سے زمین خریدی یہ کہہ کر کہ میں اپنے لیے زمین خرید رہا ہوں، زمین زیادہ ہے، اس میں اپنا روپیہ بھی لگا کر زمین خرید رہا ہوں، مدرسہ پیشگی ہمیں سات ہزار روپے دے دے، زمین مل جانے کے بعد میں پانچ منڈی زمین مدرسہ میں دے دوں گا، پھر اس نے زمین خرید کر سب اپنی ملکیت میں کر لیا، اب جب کہ اس سے زمین کا مطالبہ کیا جا رہا ہے تو کہہ رہا ہے کہ نہ میں روپیہ واپس کروں گا اور نہ ہی زمین دوں گا، اس شخص کا بیٹا حافظ ہے، اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

### الجواب

(۱) جب زید نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ وہ زمین اپنے لیے خریدے گا تو اسے مدرسے کے روپے دینا جائز نہ تھا، مسلمانوں نے چندہ اس لیے نہیں دیا تھا کہ اسے جمع کر کے کسی کو قرض دے دیا جائے تو یہ چندہ دینے والوں کی مرضی کے خلاف دوسری غرض میں استعمال کرنا ہوا جو ناجائز و گناہ ہے، یہ امانت میں خیانت بھی ہے، اس لیے بھی ناجائز و گناہ ہے، اگر زید نے خدا نہ کردہ وہ روپے نہ دیے تو قرض دینے والوں پر اس کا پورا تاوان مدرسے میں جمع کرنا لازم ہوگا، جن لوگوں نے مدرسے کا روپیہ قرض کے طور پر دینا منظور کیا، اجازت دی اور جن لوگوں نے اپنے ہاتھ سے دیا وہ سب گناہ گار ہوئے۔ زید پر فرض ہے کہ مدرسے کے یہ روپے بلا تاخیر فوراً مدرسے کو واپس کرے یا

پھراس کے بدلے میں زمین مدرسے کو دے، اگر مسلمان اس پر راضی ہوں، دو میں سے ایک کرنا ضروری ہے تاکہ مدرسے کا حق اسے واپس پہنچ جائے۔ یہ لزوم ایفاے حق کے لیے ہے۔ اگر وہ مدرسے کا حق روپے سے یا اس کے بدلے میں زمین سے بصورت تراضیِ طرفین نہیں ادا کرتا تو سخت گنہ گار، حق اللہ میں گرفتار اور مستحقِ عذاب نار ہوگا۔

ابھی معلوم ہوا کہ یہ معاملہ ۱۲/ سال پہلے کا ہے تو اب تو زمین کا ریٹ بہت بڑھ چکا ہوگا اور سات ہزار روپے کے بدلے میں اب جو زمین ملے گی وہ بہت معمولی ہوگی، اگر ایسا ہی ہو تو زید وہ روپے واپس کر دے، واپسی پر انکار پھر دیر پر دیر کرنے کی وجہ سے وہ فاسق ہے، مگر یہ کہ وہ ادا کر کے تائب ہو کر اصلاح حال کر لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)-اس کے بیٹے کو اگر یہ معلوم ہو کہ اس کے والد نے مدرسے کے روپے ناجائز طور پر دبا رکھے ہیں، مگر وہ اپنے والد کے اس فعل پر راضی نہ ہو، اسے سمجھاتا ہو کہ مدرسے کے روپے ادا کر دو اور ادا نہ کرنے پر ناراض ہو تو باپ کے گناہ کی وجہ سے بیٹے پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿٣٨﴾ (سورہ فاطر، آیت:۱۸)

نیز ارشادِ ربانی ہے:

لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ۔ (سورۃ المائدۃ، آیت:۱۰۵)

اس صورت میں بیٹے کی اقتدا میں نماز بلا کراہت صحیح و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## توریہ کا حکم

میرا حضرت مفتی صاحب کی بارگاہ میں سوال ہے کہ ہمارے ملک پاکستان میں اٹھارہ سال سے چالیس سال کے درمیان جو بھی مرد ہوگا وہ بغیر کسی اپنی محرم کے ساتھ عمرے یا حج پر نہیں جا سکتا، تو اگر کوئی شخص کسی غیر محرم کو اپنی والدہ، یا خالہ کوئی بھی ذی محرم رشتہ دار کاغذات میں لکھوا کر اس کے ساتھ جاتا ہے تو کیا اس کا یہ لکھوانا درست ہے یا نہیں؟ سعودی گورنمنٹ کی طرف سے پاکستان والوں کے لیے یہی قانون ہے کہ چالیس سال سے کم عمر جو بھی ہوگا اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی محرم خواتین سے ہونا ضروری ہے، تو اس بارے میں فرمائیں کہ کیا اس بارے میں توریہ کر سکتے ہیں؟

### الجواب

حج و عمرہ کے تعلق سے آپ کا سوال نامہ سنا، اس سلسلے میں عرض ہے کہ توریہ بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے، اس لیے جب تک کوئی ضرورتِ شرعی یا حاجتِ شرعی نہ پائی جائے، اِس کی اجازت نہ ہوگی لہٰذا حج فرض ہو اور کسی محرم عورت یا بیوی کے ساتھ جانے کی استطاعت نہ ہو تو توریہ کی اجازت ہو سکتی ہے کہ حج فرضِ عین ہے جس کا ترک گناہ کبیرہ ہے اور توریہ کی قباحت گناہ کبیرہ کی قباحت سے ہلکی ہے، لہٰذا یہاں توریہ کی اجازت ہوگی۔ فقہ کا ضابطہ کلیہ ہے:

من ابتلی ببلیتین اختار أھونھما . یہ ضابطہ الاشباہ والنظائر للمحقق ابن نجیم المصری. رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسری کتب میں موجود ہے، مگر غیر محرم اجنبی عورت کے ساتھ سفر جائز نہیں ہے تو پھر توریہ کیسے ہوگا، اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اپنے کسی ہم راہی کے ساتھ اُس کی ماں، بیوی، یا بہن خالہ یا اس طرح کی دو عورتیں ہوں جن کے ساتھ سفر جائز ہو تو یہ اُن کی اجازت سے اُن میں سے کسی ایک کو اپنی بہن یا خالہ وغیرہا اس تاویل کے ساتھ ظاہر کر سکتا ہے، بتا سکتا ہے کہ یہ اس کی اسلامی بہن، یا اسلامی خالہ ہے۔ یہ اجازت حج فرض کے لیے ہے، حج نفل و عمرہ کے لیے نہیں کہ یہ بلا وجہِ شرعی ایک طرح سے جھوٹ کا ارتکاب ہے، جو ناجائز و گناہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حج نفل یا عمرہ نہ کرے تو اس کے باعث گنہ گار نہ ہوگا صرف سعادت سے محرومی ہوگی، لیکن توریہ ایک طرح کا جھوٹ و گناہ ہے اور اس میں بلاشبہہ قباحت ہے تو حصول سعادت کے لیے ارتکاب قبیح کی اجازت نہ ہوگی۔ ردالمحتار میں احیاء العلوم کے حوالے سے یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ و ینبغی أن یقابل مفسدۃ الکذب بالمفسدۃ المترتبۃ علی الصدق فإن کانت مفسدۃ الصدق أشد فلہ الکذب وإن بالعکس أو شکّ حرم. میں سمجھتا ہوں کہ اتنی بات آپ کی تشفی اور سوال کے کامل جواب کے لیے کافی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرے کی ایسی اصلاح کی جائے کہ لوگ حج یا عمرے وغیرہ کو جائیں تو ویزا کی مدت کے اندر اپنے وطن واپس آجائیں تاکہ وہ قانون ہی منسوخ ہو جائے۔ مسلمان جس ملک میں بھی رہے وہاں کے قانون کی پابندی کرے، بغیر ویزا وہاں ہرگز ہرگز قیام نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

☆☆☆

# امام احمد رضا محدث بریلوی امامِ تصنیف وتالیف

مفتی محمد عاقل رضوی

**اعلیٰ حضرت**، امام اہل سنت، مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشق رسول اکرم ااور اپنے تجدیدی کارناموں کی وجہ سے شہرۂ آفاق شخصیت کے حامل ہیں۔ اصحاب علم و فضل، عوام وخواص، اپنے بیگانے، سب ان کی عظمت کے قائل اور معترف ہیں۔

پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں ان کی گراں قدر تصانیف سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس عظیم شان کا محقق و مصنف، فقیہ و محدث صدیوں میں نظر نہیں آتا۔ فقہ وافتا میں قوت استحضار، ندرتِ استدلال، دلائل کی کثرت، فقہا کے مختلف اقوال میں تطبیق و ترجیح ان سب کے ساتھ فضلِ الٰہی وعطائے رسول اکرم اسے علم وہبی کے دلکش نظاروں نے امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات کو اصحاب علم و فضل اور عوام سبھی کا مرجع فتاویٰ بنادیا۔ بلاشبہ وہ اپنے زمانے کے سب سے عظیم محدث وفقیہ ہونے کے ساتھ دیگر تمام علوم میں بھی فائق اور سب کے امام تھے۔

فقہ و افتا میں امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرۂ امتیاز یہ رہا کہ وہ مسئلہ کی نزاکت، حال وماحول کی ضرورت کے پیش نظر بہت سارے سوالوں کے جواب میں مسئلہ کی شرح وبسط کے ساتھ اس شان سے وضاحت فرماتے کہ مسئلہ دائرہ کا کوئی بھی گوشہ تشنۂ تحقیق نہ رہتا، نہ اس پر مزید کچھ لکھنے کی گنجائش، نہ مخالف کو مجالِ دم زدن۔ اور وہ سائل کے جواب میں ایک مستقل رسالہ کی تصنیف ہوتی جس کو آپ تاریخی نام کے ساتھ موسوم بھی فرماتے۔

"سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" کو ہی دیکھئے یہ امکانِ کذب الٰہی کے بارے میں ایک استفتاء کا جواب ہے مگر چونکہ علمائے دیوبند و گنگوہ امکان کذب الٰہی کے قائل تھے۔ جیسا کہ انہوں نے براہین قاطعہ میں لکھا اور تقریروں میں بھی ان کا اظہار کرنے لگے تھے ان حالات کے پیش نظر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف مختصر یا متوسط جواب تحریر نہیں فرمایا بلکہ اس جواب کو ایک مقدمہ، چار تنزیہات اور ایک خاتمہ پر مرتب فرمایا اور امکان کذب الٰہی کے محال ہونے پر تیس (۳۰) دلیلیں قائم فرمائیں۔ اور فرمایا کہ ان تیس دلیلوں میں پانچ دلیلیں اسلاف سے منقول ہیں، اور پچیس دلیلیں ھادیٔ اجل عزوجل کے فیض ازل سے قلب فقیر پر القا کی گئیں۔

دلیلیں پڑھیے تو پڑھتے رہ جایئے، سطر سطر میں علم وہبی کی جلوہ گری نمایاں طور پر محسوس ہوگی۔ رسالہ کے آخر میں جو تحریر فرمایا، ناظرین اس پر خاص توجہ فرمائیں۔

**"للہ الحمد والمنۃ! کہ آج اس مبارک رسالے، سنت کے قبالے، رنگِ صدق جمانے والے، زنگ کذب گمانے والے، علوم دینیہ میں تصانیف فقیر نے سو کا عدد کامل پایا۔**

واضح رہے کہ سوال کے جواب میں لکھے جانے والے رسالے کے تصنیف ہونے کی وضاحت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے رسالوں کے آخر میں بھی فرمائی ہے۔ جیسا کہ "الوفاق المتین بین سماع الدفین و جواب الیمین" کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

**الحمدللہ آج اس رسالہ سے تصانیف فقیر کا عدد ایک سو اسی ہوا۔ اکرم الاکرمین جل جلالہ قبول فرمائے اور فقیر حقیر اور اہل سنت کے لئے دارین میں حجت نجات بنائے آمین۔ حسن اتفاق یہ کہ یہ رسالہ سمع ارواح کے بارے میں ہے اور شمار تصنیف میں ایک سو اسی۔ اور اسمائے الٰہیہ میں صفت سمع پر دال اسم پاک "سمیع" اس کے عدد بھی یہی۔**

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ دونوں تحریریں اس بات کی واضح دلیل بلکہ نص جلی ہیں کہ سائل کا جواب اگر مستقل رسالہ کی شکل پر مرتب ہو، اور مجیب اس کو مستقل نام کے ساتھ موسوم کردے، تو وہ اس کی مستقل تصنیف ہوتی ہے۔ جیسا کہ عوام و خواص سبھی جانتے مانتے ہیں۔ اور خاص بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام سوانح نگار، اعلیٰ حضرت کی تصریح کے مطابق ان تمام رسائل کو بھی تصانیف امام احمد رضا میں شمار کرتے آئے ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں

صدر المدرسین وشیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

مولوی رحمٰن علی صاحب نے فارسی زبان میں جو "تذکرۂ علماے ہند" نامی کتاب ترتیب دی، اس میں اعلیٰ حضرت اور تصانیف اعلیٰ حضرت کا تفصیلی ذکر کیا۔ خاص پہلو یہ ہے کہ انہوں نے تصانیف میں ان کتابوں کو بھی شامل کیا جو کسی سوال کا جواب نہیں اور ان رسالوں کو بھی جو کسی سوال کے جواب میں تحریر کیے گئے۔ مذکورہ بالا اعلیٰ حضرت کی تصریح اور سیرت نگار مؤرخین کی وضاحت کے بعد اس میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ تصانیف اعلیٰ حضرت کے وسیع دائرے میں دونوں طرح کی تصانیف داخل ہیں، ہاں یہ حقیقت ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف کا ایک اہم حصہ وہ مبارک رسالے ہیں جو سائل کے جواب میں تحریر کیے گئے، اسی حیثیت سے وہ رسائل، فتاویٰ رضویہ، میں شامل ہیں۔ لیکن سائل کا جواب ہونے یا فتاویٰ رضویہ میں شامل ہونے کی وجہ سے ان کی مستقل تصنیف ہونے کی حیثیت ختم نہیں ہوجاتی جیسا کہ مختلف کتابوں کو ایک ساتھ شائع کرنے پر بھی ہر ایک مستقل کتاب، مستقل کتاب، ہی رہتی ہے۔ بلکہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسائل دلائل وبراہین کی کثرت، استدلال کی ندرت کی وجہ سے دوسروں کی ضخیم کتابوں پر فائق اور حاوی نظر آتے ہیں۔

اس لحاظ سے بھی غور کرنا چاہئے کہ عرف فقہاو مسلمین بھی اس بات کا شاہد ہے کہ فتویٰ کسی خاص نام کے ساتھ موسوم نہیں ہوتا۔ اگر فقیہ و مفتی اپنا مدلل و مفصل جواب لکھ کر کسی مستقل نام کے ساتھ موسوم کردے تو اس کو، اس کی تصنیف ہی کہا جاتا ہے۔

عصر حاضر کے مشہور مفتی، محقق مسائل جدیدہ حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی اکثر کتابیں جیسے۔ عصمت انبیا، شیئر بازار کے مسائل، انسانی خون سے علاج کا شرعی حکم، تحصیل صدقات پر کمیشن کا حکم، اعضاء کی پیوند کاری، فلیٹوں کی خرید وفروخت کے جدید طریقے، آنکھ اور ناک میں دوا ڈالنا مفسد صوم ہے یا نہیں، نیٹ ورک مارکٹنگ کا شرعی حکم، جدید بینک کاری اور اسلام وغیرہ مجلس شرعی کے سوالات کے جوابات ہیں۔ حالاں کہ عوام وخواص سب انہیں مفتی صاحب کی تصنیف اور مفتی صاحب کو ان کا مصنف کہتے ہیں اور وہ بھی انہیں اپنی تصنیف شمار کرتے ہیں۔

وجہ وہی ہے کہ جب اس کو مستقل نام کے ساتھ موسوم کردیا گیا تو وہ تصنیف کہلائے گی اور جواب دینے والا مصنف۔

ہاں یہ سچ ہے کہ اب تک جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف منظر عام پر آئیں ان میں وہ تصانیف زیادہ ہیں جو کسی سوال کے جواب میں تحریر کی گئیں ہیں۔ اگر چہ ان تصانیف کی تعداد بھی کسی طرح کم نہیں جو کسی سوال کے جواب میں نہیں مثلا ۔ الفرق الوجیز بین السنی العزیز و الوھابی الرجیز•اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ و الاٰل و الاصحاب• تمھید ایمان بآیات قرآن• دفع زیغ زاغ•ابحاث اخیرہ•قوارع القھار علی المجسمۃ الفجار•برکات السماء فی حکم اسراف الماء• قھر الدیان علی مرتد بقادیان• الزلال الانقیٰ من بحر سبقۃ الاتقیٰ• مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین• اجلی انوار رجیم بر "ایڈیٹر" النجم•مجلّی العروس و مراد النفوس • القول النجیح لاحقاق الحق الصریح• اطائب الصیّب علی ارض الطیب•قانون رؤیت اھلۃ• فوز مبین در رد حرکت زمین • الکلمۃ الملھمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوھاء فلسفۃ المشئمۃ •کشف العلۃ عن سمۃ القبلۃ•جد الممتار• تاج توقیت•البرھان القویم علی العرض والتقویم• رسالۃ فی علم الجفر• اجلی الاعلام انّ الفتوی مطلقا علی قول الامام • انور و النورق لاسفار الماء المطلق• الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان• سمع الندریٰ فیما یورث العجز من الماء• الظفر لقول زفر•المطر السعید علی نیت جنس الصعید• عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی• قوانین العلماء فی متیمم عند زَیدِ ماء• الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ• مجلّی السمعۃ لجامع حدث و لمعۃ•انوار المنان فی توحید القرآن • انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ • ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار • النیّرۃ الوضیۃ شرح الجوھرۃ المضیۃ مع حاشیۃ الطّرۃ الرضیۃ• خالص الاعتقاد • منیۃ اللبیب انّ التشریع بید الحبیب•ماحیۃ العیب بعلم الغیب •الوفاق المتین بین سماع الدفین و جواب الیمین •ھدی الحیران فی نفی الفئ عن سید الاکوان •الزمزمۃ القُمریۃ فی الذّبّ عن الخمریۃ وغیرہ یہ وہ تصانیف ہیں جو کسی صریح سوال کے جواب کے طور پر نہیں لکھی گئیں۔

ان شواہد کی روشنی میں تحقیقی طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی..... (باقی ص:۱۱۱ر پر)

شعاعیں

# ماہِ محرم الحرام: یہ امت خرافات میں کھوگئی

مولانا محمد عابد چشتی

**محرم الحرام** کا مہینہ پوری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے خصوصی اہمیت کا حامل ہے جو اپنے جلو میں صبر و استقامت، ہمت و عزیمت ، ایمان و یقین، اخلاص و وفا، عفت و امانت ، خود داری و ایثار اور استقلال و جاں نثاری کی ان سینکڑوں داستانوں کو سمیٹے ہوئے ہے جو رہتی دنیا تک انسانوں کے لیے عبرت کا سامان اور ان کی زندگی کے لیے نقش راہ کی حیثیت رکھتی ہیں، جس میں خاص طور سے کربلا کی سرزمین پر بھوک و پیاس، وحشت و غربت اور تیر و تفنگ کے سائے میں رونما ہونے والی صبر و رضا کی وہ دل سوز اور خونچکاں داستان بھی ہے جسے دنیا کی مبارک ترین ہستیوں کے مقدس لہو سے تحریر کیا گیا۔ اس داستان نے جہاں ایک طرف پوری دنیا کی ہر زندہ قوم کو حق کے لیے آواز بلند کرنے کا سلیقہ اور مادی شکست کے بیچ میں فکری اور نظریاتی سطح پر فتح و نصرت کے جھنڈے لہرانے کا ہنر دیا، وہیں خاص طور سے اسلام کا کلمہ پڑھنے والے اور ایک رب کی عبادت کرنے والے مسلمانوں کے لیے اسلامی کردار اور مومنانہ تشخص کے وہ تمام نقوش کھینچ دیے ہیں جن پر چل کر دنیوی اور اخروی سعادتوں کو اپنے صفحۂ تقدیر پر لکھا جا سکتا ہے۔

چودہ سو سال پہلے رونما ہونے والے واقعہ کربلا کی یادیں امت کے ہر فرد کے ذہن میں آج بھی تازہ ہیں، جس کے پیچھے ملت کے مخلص رہنما ، قائدین اور علمائے کرام کی بے لوث اور پیہم کوششوں کا ایک طویل سلسلہ ہے، کربلا کے شہیدوں کا ذکر آج بھی مردہ ضمیروں میں ایمانی جذبات کی حرارت اور اخلاص و یقین کے چراغ روشن کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ماہ محرم کا چاند دکھتے ہی علمائے کرام اور واعظین کی مقدس جماعتیں ہندوستان کے گوشے گوشے میں واقعہ کربلا حسینی کردار اور اس کردار میں چھپے امت مسلمہ کے لیے ابدی پیغام کو پورے اخلاص کے ساتھ پہنچاتے ہیں تاکہ امت مسلمہ اپنی عملی اور فکری زندگی کی اصلاح کر لے، ایمان و عقیدے کے تحفظ کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرے، زندگی کے مختلف مراحل اور نشیب و فراز میں آئین شریعت کی پاس داری کا خیال ان کے اندر جاں گزیں ہو جائے، اور ساتھ ہی ساتھ اہل بیت کی مقدس، عفت مآب اور شرم و حیا کی پیکر خواتین نے کربلا کے ہوش ربا اور دلوں کو چیر کر رکھ دینے والے ناسازگار حالات میں جس طرح اپنے دین اور مذہب کی حرمت کا خیال رکھا اسے سامنے رکھ کر اسلامی ماں بہنوں کو حیا، پردہ اور اسلامی احکامات کے قالب میں اپنی زندگی ڈھالنے پر مہمیز کیا جاتا ہے، تاکہ لوگ اپنے محسنوں کی قربانیوں کی یاد کے ساتھ ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں، مگر افسوس اس بات کا ہے کہ اصلاح فکر و عمل کے بجائے یہی مقدس مہینہ جسے کربلا کے مظلوم شہیدوں سے نسبت کا شرف حاصل ہے اسلام مخالف سرگرمیوں، بدعات و خرافات، شریعت و مذہب کی پامالی اور بنام اسلام بے شمار لایعنی حرکتوں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔

پورے ہندوستان میں ماہ محرم کے موقع پر جس طرح کی نت نئی خرافات وجود میں آتی جا رہی ہیں وہ پوری امت کے لیے تشویش کا باعث ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب ماہ محرم میں محبت اہل بیت کے نام پر تمام تر بدعات اور غیر شرعی رسموں کا تعلق صرف شیعہ فرقے سے تھا جنہوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور اہل بیت کے ساتھ اپنے قلبی تعلق کے اظہار کے لیے سینکڑوں رسمیں ایجاد کر رکھی تھیں جن کی تردید ہمیشہ سے علمائے اہل سنت اپنی تصانیف، فتاویٰ اور کتابوں میں کرتے چلے آرہے ہیں، مگر اب خود اہل سنت و جماعت کی عوام میں شہیدان کربلا کی محبت کے نام پر جس طرح کی غیر شرعی رسمیں اور خرافات اپنی جڑیں مضبوط کرتی چلی جا رہی ہیں اگر ان کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اہل سنت کی عوام ماہ محرم میں بدعات منکرات کے سلسلہ میں شیعہ فرقے سے بھی دو قدم آگے نکل چکی ہے اور ہر نیا سال نئے خرافات کو جنم دے رہا ہے جس کے نامناسب اثرات عمل سے آگے بڑھ کر فکر اور عقیدے تک مرتب ہو رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل سطور میں ہم ماہ محرم میں ہونے والے چند خرافات کا اختصار کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں جنہیں پڑھنے کے بعد آپ خود محسوس کریں گے کہ کس طرح اہل سنت کی عوام شیطان کے

استاذ دار العلوم صمدیہ پھپھوند شریف، ضلع اوریا

ہاتھ کا کھلونا بن کر اپنی دنیا و آخرت کی تباہی کی سامان کر رہی ہے۔

**ڈھول تاشے :** تعزیہ کے ساتھ ڈھول تاشوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ہندوستان کا کوئی تعزیہ شاید ہی بغیر ڈھول اور تاشوں کے برآمد ہوتا ہو۔ عید الاضحیٰ کے بعد ہی سے "محبان ڈھول تاشے "جانوروں کی کھالیں چھیلنے اور مختلف ذرائع سے انہیں دباغت دینے کے لیے لگ جاتے ہیں، اور ماہ محرم کی آمد سے پہلے ڈھول تیار کر کے مشق و ممارست کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر رات کے گیارہ بجے تک وہ خود جاگتے ہیں اور محلے کے اکثر افراد کو جاگنے پر مجبور کیے رہتے ہیں۔ ڈھول تاشوں کی اس مشق کو کہیں کہیں "بجوٹی" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

تعزیوں کے آگے پیچھے ڈھول بجانے والے اکثر نوجوان ہوتے ہیں جو محض تفریح کی خاطر اپنی طاقت اور ہنر کا مظاہرہ کرنے کے لیے ڈھول بجاتے ہیں۔ دیکھنے میں یہ بھی آیا ہے کہ جب یہ ڈھول بجاتے ہوئے ان مقامات پر پہنچتے ہیں جہاں سینکڑوں پری پیکر نوجوان لڑکیاں انہیں نہار رہی ہوتی ہیں تو پھر ان نوجوانوں کا جوش و خروش اور ان کے اندر موجزن "حسینی محبت" کے سمندر میں اچانک آیا ابال اور تلاطم دیدنی ہوتا ہے، اس وقت تمام تر نوجوان ان غزالہ چشموں کی توجہ کا مرکز بننے کے لیے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کوئی بدگمانی نہیں ہے بلکہ دن چڑھے ان نوجوانوں کی آپسی گفتگو سے نکالے ہوئے نتیجے ہیں جب وہ مختلف علامات کے ساتھ نشاندہی کر کے لڑکیوں کے حسن اور خود اپنے متعلق ان کے چہروں پر ابھرنے والے تاثرات بیان کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو یکم محرم الحرام سے دسویں محرم الحرام تک دس مرتبہ بھی کلمہ پڑھ کر امام پاک کی روح مبارک کو نذر پیش نہیں کرتے ہیں اس لیے کہ محبتوں کے اظہار کا یہ طریقہ انہیں آتا ہی نہیں ہے، ان کے یہاں اظہار محبت کے وہی طریقے رائج ہیں جو تفریح پر مشتمل ہیں۔ اللہ خیر کرے۔

**آگ کا الاؤ:** سب جانتے ہیں کہ شیعہ فرقے کے لوگ محرم کی مخصوص تاریخوں میں آگ سے کھیلتے چلے آرہے ہیں، وہ ان شعلوں پر برہنہ پیر چلتے ہیں۔ افسوس اب یہ رسم سنی مسلمانوں میں بھی رائج ہو گئی ہے، اور ہندوستان کے بے شمار مقامات پر نوجوان آگ کا الاؤ جلا کر دہکتے ہوئے شعلوں میں کود کر اس کے انگاروں سے کھیلتے ہیں، جس میں بسا اوقات نوجوان بہت بری طرح جھلس جاتے ہیں۔ آگ سے کھیلنے والے یہ نوجوان دس دن تک بغیر جوتے یا چپل کے برہنہ پا گھومتے ہیں، اور ایک استاد کی نگرانی میں ہوتے ہیں، جسے خلیفہ کہا جاتا ہے۔ عام طور سے ان نوجوانوں کو "سواری" یعنی امام حسین کی سواری کا نام دیا جاتا ہے۔ عورتیں، نوجوان لڑکیاں کثیر تعداد میں ان مناظر کو دیکھنے کے لیے پہنچتی ہیں۔ ڈھول اور تاشے کی دھن اور خلیفہ کی نگرانی میں سواری برآمد ہوتی ہے، دہکتے ہوئے الاؤ میں کودتی ہے، انگاروں کو اچھالتی ہے اور پھر اپنے مستقر میں لوٹ جاتی ہے۔ بعد میں ان سواریوں کے عورتیں پیر دھوتی ہیں، اپنے چھوٹے بچوں کو برکت کے لیے ان کے پیر کے نیچے رکھ دیتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

**تعزیہ داری:** کہتے ہیں کہ بادشاہ تیمور لنگ ماہ محرم کی مناسبت سے ہر سال امام حسین کے روضہ اقدس پر حاضری دیا کرتا تھا، ایک سال ملکی معاملات کی وجہ سے وہ کربلائے معلی نہ جا سکا تو اس نے روضۂ امام کا ایک نقشہ بنوایا اور اسی کی زیارت کر کے اپنی عقیدت کو تسکین دی، بعد میں روضۂ امام حسین کا نقشہ بنوانے کی یہ رسم پورے ہندوستان میں پھیل گئی جس میں دھیرے دھیرے اپنی خواہشات اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی ہوڑ اور شہرت کی چاہت نے اتنی تبدیلیاں پیدا کر دیں کہ اصل نقشہ کا وجود ہی ختم ہو گیا، اور اب خاص روضۂ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقل کی بجائے "تعزیہ سازی" کے فن کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے، کہیں اتنے طویل تعزیے کہ ذرا سی چوک سے بڑے حادثات کا سبب بن جائیں، کہیں لکڑی کے تعزیے تو کہیں چاندی کے ورق سے بنے ہوئے تعزیے، اور بندیل کھنڈ کے شہر جھانسی میں تعزیہ سازی کے فن میں اتنی ترقی کی گئی کہ وہاں لکڑی کی چوبوں اور خوش رنگ اوراق کی بجائے "رائی کا تعزیہ" بنایا جاتا ہے جسے اس قدر شہرت حاصل ہے کہ دور دراز سے لوگ صرف اس تعجب خیز تعزیے اور ان کے فنکاروں کے فن سے محظوظ ہونے کے لیے آتے ہیں، اور شہر جھانسی کے یہ پیشہ ور تعزیہ ساز خوشی میں یہ سوچ سوچ کر جامے سے باہر ہوئے جاتے ہیں کہ دنیا "رائی کا پہاڑ" تو نہ بنا سکی لیکن ہم نے "رائی کا تعزیہ" بنا کر دکھا دیا ہے۔

خیر تعزیہ سازی کی رسم عقیدت سے شروع ہوئی اور دھیرے دھیرے بے شمار خرافات اس سے جڑتے چلے گئے اور اب معاملہ بایں جا رسید کہ نہ تو لوگ تعزیہ داری بند کرنے کے لیے تیار ہیں اور نہ ہی ان تعزیوں میں تبدیلی کر کے اسے روضۂ امام پاک کی شکل دینے کو تیار ہیں کہ کہیں سے جواز کی صورت نکالی جا سکے، اور سر پیٹ لینے والی بات یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کا دم بھرنے والے اور اہل بیت کے لیے اپنی جان کی بازیاں لگانے کا دعویٰ کرنے والے، اپنے خرافات میں اس قدر شدت اختیار کیے ہوئے ہیں کہ اس کے خلاف علمائے کرام تو ایک طرف وہ خود امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد اور اہل بیت کی ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اب ایسی محبت کے بارے میں سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ امام حسین کی محبت نہیں......... **(باقی، ص: ۱۳۱ پر)**

# مظلوم امام، بے حس عوام
# احساسِ زیاں جاتا رہا

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی

**اللہ تعالیٰ** کے نزدیک اِمامت کا منصب (عہدہ، سرداری) بہت باعزت وعظمت والا ہے۔ اس کا اندازہ قرآن کریم کے انداز بیان سے ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام مشہور لقب "خلیل اللہ" کو آزمائشوں میں ڈالا آپ تمام آزمائشوں میں کامیاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ (القرآن، سورہ البقرہ ۲، آیت ۱۲۴)

ترجمہ: میں تمھیں لوگوں کا پیشوا (امام) بناؤں گا، انھوں نے عرض کیا: (کیا) میری اولاد میں سے بھی؟ ارشاد ہوا: ہاں! مگر میرا وعدہ ظالموں کو نہیں [یعنی یہ وعدہ تمھاری اولاد کے ان لوگوں سے ہے جو صالح، نیک ہوں]۔

دنیا میں بے شمار علم والے ہیں جو مختلف علوم کے ماہر ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت قربِ الٰہی کی دولت سے فقط عالم باعمل کو نوازا۔ ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُاؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ (القرآن، سورہ فاطر ۳۵، آیت ۲۸)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ (کنزالایمان)

حدیث پاک میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ سبحانہٗ تعالیٰ جس سے بھلائی کرنا چاہے اُسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے، آقائے نعمت مصطفیٰ ﷺ نے تمام زندگی امامت فرمائی آپ اگر کہیں سفر پر جاتے تو مدینہ منورہ والوں کے لیے امام کا انتخاب خود فرماتے کہ فلاں صحابی نماز پڑھائے، حضور ﷺ کے بعد صحابۂ کرام نے جو بھی خلیفہ منتخب کیا وہ تمام سے بڑھ کر متقی اور پرہیز گار ہوتا تاکہ بعد میں آنے والوں پر امام کے اوصاف واضح ہو جائیں کہ امام کیسا ہونا چاہیے۔ اسلام میں امامت کا درجہ بہت اہم ہے اللہ رب العزت نے امام کی فضیلت بیان فرمائی کہ میں جس سے خوش ہوں اسے لوگوں کا پیشوا (امام) بنایا، اسی طرح نبی ﷺ نے بھی امام کے فضائل ارشاد فرمائے، آپ ﷺ نے فرمایا:

" نماز میں جماعت کی امامت وہ شخص کرے جو نمازیوں سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا ہو۔"

ایک حدیث پاک میں ہے اے مسلمانو! تم میں سے جو اچھے اور بہتر ہیں ان کو امام منتخب کرو کیوں کہ وہ تمھارے رب کے نزدیک تمھارے نمائندے ہیں۔"

اس حدیث پاک سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام رب کے نزدیک مقتدی کے نمائندے ہیں اس سے بڑی فضیلت وعظمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ:

" مسجد کے لوگوں میں محبوب اور افضل مقام کا حامل امامِ مسجد ہے۔ امام مسجد کے بعد افضل مقام موذن کا ہے۔"

قرآن واحادیث میں علما اور امام کے بہت فضائل ہیں دل بینا رکھنے والوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ مشہور صوفی بزرگ تصوف کے امام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب " احیاء العلوم" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: انبیائے کرام کے بعد علمائے حق کا درجہ ہے۔ اس کے بعد ائمہ مساجد کا درجہ ہے۔ کیوں کہ یہ لوگ مخلوق میں افضل ترین ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہیں۔

**امام اور موذن کی ذمہ داریاں۔** جہاں امام و موذن کے اتنے فضائل ہیں وہیں ان پر بہت ذمہ داریاں بھی ہیں، قوم کی رہنمائی کوئی آسان کام نہیں، قوم کے اندر جو کمی ہے بجی ہے تو ائمہ کرام، علمائے کرام کو سوچنا پڑے گا کہ میرے اندر کیا کمی ہے جو قوم کے اندر یہ کمی ہے ہم کہاں تک اس کے ذمے دار ہیں جو ان کی اصلاح نہ کر سکے، قوم کی غلطیوں کو گنا کر اپنے کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے ہیں ائمہ کرام کی ذمہ داری ستر فیصد تو عوام کی تیس فیصد ہے۔ ذمہ دار دونوں ہیں جو جتنا بڑا عالم ہے امام ہے اس کی ذمہ داری اتنی ہی زیادہ ہے۔ تیزی سے بدلتی دنیا کو دیکھ کر دین کی جو ضرورتیں ہیں اس کو سمجھیں اور حل کریں عوام کی رہبری کریں۔ سب کا حل اسلام میں موجود ہے۔ ماضی قریب کے علمائے حق کی کتابوں کو دیکھیں علمانے کیسے کیسے لاینحل مسائل کو حل کیا ہے۔ علما وارث انبیا ہیں ہر

چیز میں قوم کی رہنمائی کرنا علما کی شرعی ذمہ داری ہے۔واضح ہو کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں یہ دنیا کی باتیں ہیں ہم کو اس سے کیا مطلب ہم کیا کریں۔سچ اور صحیح بات تو یہ ہے کہ، جواب تو دور کی بات یہ جواب ہی نہیں ہے۔ہماری یعنی مسلمانوں کی پہلی صفت داعی کی ہے اور یہ ذمہ داری علمائے کرام، ائمہ کرام کے اوپر ہے۔ہمارا دوسرا کام مجادلہ ہے افسوس ہم نے اس ترتیب کو اُلٹا کر دیا ہے پہلے دعوت دینا ہے پھر ضرورت پڑنے پر مجادلہ کرنا ہے آج ہم نے ”مجادلہ“ کو ایک نمبر پر رکھا ہے، دعوت کی طرف بالکل توجہ نہیں۔کہاں دعوت کی ضرورت ہے، کہاں مجادلہ کی اس کو سمجھنے کی سخت ضرورت ہے۔امامت کے فرائض کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے قوم کی اصلاح کے لیے سرانجام دیں اور خود کو اللہ رستے میں وقف کر دیں، غریبوں کی دل جوئی کریں غریب لوگ سچے دل کے ہوتے ہیں۔ڈاکٹر اقبالؔ نے غریبوں کی اس طرح مدح سرائی فرمائی ہے۔

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ فقیری میں نام پیدا کر

امامِ مسجد کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اگر کوئی امیر دولت مند مسجد میں آجائے تو تعریف کے پل باندھ دے اور کوئی غریب پنج وقتہ نمازی مسجد میں آئے تو اس سے السلام علیکم بھی نہ کہے۔امامِ مسجد ہر نمازی کا خیال رکھے اور سب نمازیوں سے محبت کرے، کیوں کہ وہ سب کا امام ہے۔ اگر کوئی نمازی بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کو جائے محلہ کی ہر غمی و خوشی میں شریک ہو۔امام سماجی کارکن کا کردار ادا کرے تو عند اللہ اس کی عزت ہوگی۔ امام مسجد کو صرف امامت ہی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے ہر شعبہ ہائے زندگی کو اپنانا چاہیے۔امام کو چاہیے کی مسجد انتظامیہ کے قوائد و ضوابط جو شریعت میں جائز ہوں کما حقہ عمل کریں تاکہ مسجد آباد رہے، امام مسجد سب سے اخلاق سے پیش آئے خواہ وہ امیر ہو یا غریب ہر آنے والے کا خیال رکھے۔امیر خوش ہو کر تھوڑی رقم امام کو دے دے گا، لیکن غریب آدمی امام مسجد کی محبت میں بوقت ضرورت اپنے سر کا نذرانہ دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔شریعت اسلامی میں اپنی زندگی بسر کرے ہر قسم کی برائی اور گناہ سے بچے کسی قسم کا کوئی فتنہ پیدا نہ ہونے دے فتنوں کو حکمت عملی سے ختم کرے امت مسلمہ کا دل نہ دکھاوے بحر حال امامت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم کی امانت سمجھے تو اللہ تعالیٰ کی اس پر خاص رحمت نازل ہوتی رہے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

**عوام، مقتدی، انتظامیہ کی ذمہ داریاں۔** مقتدی، عوام، اور کمیٹی کے لوگ امام کی عزت واحترام کریں۔امامِ مسجد کا بلند رتبہ اور عزت والا ہے جو اوپر مختصر میں ذکر ہو چکا ہے۔دوسرے مذاہب باطل ہیں پھر بھی ان کے پیرو کار اپنے رہنما کی عزت عام لوگوں سے زیادہ کرتے ہیں یورپ و امریکہ جیسے آزاد معاشرہ میں لوگ پادری کو یہ مقام دیتے ہیں کہ اگر کسی عیسائی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ پوپ کو مطلع کرتا ہے کہ مجھ سے فلاں گناہ سرزد ہو گیا ہے۔پوپ پانی کا چھینٹا اس کے چہرہ پہ مارتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا گناہ معاف ہو گیا ہے۔عیسائی خوش ہو جاتا ہے کہ ہاں پادری نے اس کا گناہ معاف کر دیا۔معاذ اللہ، اللہ بچائے ایسے عقیدہ سے۔

امامت مذہب اسلام کا باعزت عہدہ ہے لہٰذا عوام، مقتدی، کمیٹی کے لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے امام اور موذن کا خاص خیال رکھے۔امامِ مسجد سے بشریت کے تقاضا سے کوئی غلطی ہو جائے تو درگذر کریں اور اکیلے میں اس بات کا احساس دلائیں کہ یہ بات غلط ہے۔امام کو بدنام ہرگز نہ کریں، امام کی نیت پر شک نہ کریں۔اگر کوئی سنگین غلطی ہو تو کمیٹی امام کی حیثیت اور رتبے کا خیال کرتے ہوئے باعزت فارغ کر دے اور بعد میں اسے بدنام نہ کریں۔حضور کی حدیث پاک ہے: اللہ قیامت میں اس شخص کے حساب کو آسان فرمائے گا جو لوگوں کے عیب کو چھپاتا تھا۔اللہ ستار العیوب ہے لوگوں کی عیب پوشی فرماتا ہے انتظامیہ مسجد، امام کی عزت کو ہر حال میں ملحوظ رکھیں، اس کی کمزوری کو نہ اچھالیں بعض لوگ امام پر کڑی نظر رکھتے ہیں اپنی اولاد کی برائی ان کو نظر نہیں آتی یا نظر انداز کرتے اسی طرح امام سے بھی درگذر سے کام لیں اللہ معاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

**امام کے مسائل اور عوام کی ذمہ داریاں:** امامت انتہائی باوقار منصب ہے امام موذن کی عزت کرنا ضروری ہے، صاحب ثروت لوگ تو اکثر دین سے دور جا چکے ہیں کچھ کو چھوڑ کر الا ماشاء اللہ حال خراب ہے اسلام میں امام و موذن مینارِ نور کی مثل ہیں ان کی خدمت کو اپنے اوپر لازم کر لیں اللہ کی رحمت شاملِ حال رہے گی ان شاء اللہ، معاشرے میں بہت سی برائیاں عام ہو گئی ہیں الزام تراشی، غیبت، اور چغل خوری وغیرہ کوئی شخص بھی ان برائیوں سے بچا نہیں ہے اور نہ ہی محفوظ ہے۔الا ماشاء اللہ دوسروں کی برائی کرنا اخلاق سے گری ہوئی بات ہے لیکن افسوس کی آج بہت سے لوگ امام مسجد اور موذن کو بدنام کرنے کا کوئی موقعہ نہیں جانے دیتے، لوگوں کو اماموں، عالموں سے دور کرنا یہ مسلمان کا طریقہ نہیں بلکہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے ”اللہ بچائے آمین“ امام و موذن اگر حق پر ہیں تو ان کے قدم سے قدم ملا کر چلیں ان کا ساتھ دیں تاکہ ان کی دل جوئی ہو اور ہمت بنی رہے انتہائی افسوس آج قوم کی بے حسی عروج پر ہے امام حق پر ہو تو بھی اس کا ساتھ نہیں دیتے بلکہ ظالموں کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔

ناچیز راقم الحروف نے زمانہ طالب علمی ہی سے امامت وخطابت

شروع کی مدرسہ عالیہ وار شیہ مچھلی محال، لکھنو میں زیر تعلیم تھا مدرسہ کی جانب سے استاد محترم حضور قاری ابوالحسن برکاتی علیہ الرحمہ نے حسین گنج، باغ آئینہ بی بی مسجد میں امامت کی ذمہ داری سونپی وہاں سے لے کر آج تک مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے والدہ ماجدہ ہاجرہ بی بی، کے نام تعمیر کردہ مسجد ”مسجدِ ہاجرہ رضویہ“ کے علاوہ جمشید پور اور اس کے اطراف میں تقریباً ١٦ مسجدوں میں جمعہ کی خطابت وامامت کی خدمت فی سبیل اللہ کا شرف حاصل ہورہا ہے (الحمد للہ! یہ ہمارے پیرومرشد حضور مصطفیٰ رضا بریلوی بمشہور نام حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا فیضان اور والدین کریمین کی دعائیں ہیں) اس ٣٣ سالہ طویل دور میں کئی ایسے اہم واقعات ہیں اگر تحریر میں لائے جائیں تو ایک کتاب تیار ہوجائے گی۔ ایک چھوٹا سا واقعہ پڑھیں اور عبرت حاصل کریں۔

مسجد ہاجرہ رضویہ میں شرپسند و دبنگ لوگ نکاح کے لیے آئے اور موذن جناب آفتاب صاحب کو نکاح کے لیے کہا معاملہ مناسب نہ پاکر موذن صاحب نے مجھے فون کیا، میں فوراً پہنچا معلوم ہوا لڑکی غیر قوم کی ہے بھگا کر لائی گئی ہے، میں نے کہا ملکی حالات خراب ہیں اور یہ لڑکی مسلمان نہیں ہے، کاغذات بھی نہیں ہیں کہ اس نے مذہب حق اسلام قبول کیا ہے، لہٰذا میں یہ نکاح نہیں پڑھاؤں گا۔ یہ معاملہ بہت آگے بڑھا اس پر ٢٠١٧ء کے رمضان المبارک کے دوسرے جمعہ میں نکاح کے مسائل پر قرآن واحادیث کی روشنی میں خطاب کیا، بعد جمعہ دبنگوں نے مسجد کے باہر مجھے زبردست زدوکوب کیا یہاں تک کہ گولی مارنے کے لیے تیار تھے، میں نے کہا دین بتانا میرا کام ہے حق بیان کروں گا۔ موت برحق ہے آپ لوگ مارنا چاہتے ہیں تو ماردیں، یاد رہے غور طلب بات یہ ہے کافی بھیڑ اور عوام کی موجودگی میں یہ سب ہوا کسی نے اس ناچیز کا ساتھ نہ دیا نہ ہی بچایا اللہ ہی کی مدد ہوئی کسی طرح میں جان بچاکر گھر آیا۔ اس حادثہ نے میرے دل و دماغ پر زبردست اثر کیا میں بددل ہوگیا کی اب امامت وخطابت چھوڑ دوں گا۔ یہ تو میرے ساتھ معاملہ ہوا اس سے بھی افسوس ناک، شرم ناک حیرت انگیز واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

٢٠١٧ء والے رمضان المبارک میں، جمشید پور کے ایک علاقہ مخدوم پور کی جامع مسجد میں رات شرپسندوں نے خنزیر کا کٹا سر ڈال دیا سحری کے وقت معلوم ہوا حالات بہت خراب ہوگئے، اراکین مسجد و مصلیانِ مسجد نے تین آدمیوں کے نام رپورٹ تھانہ میں درج کرائی ملزمین کے آزاد گھومتے رہنے پر بہت تشویش ہوئی شہر کے اہل علم اور دانشوروں نے مشورہ کیا کہ SP اور DC کو میمورنڈم دیا جائے جس کے لیے شہر کی تقریباً ١٠٠ سو مسجدوں بلا تفریق مسلک ومذہب مسجدوں کے امام وموذن، کمیٹی کے ذمہ داران کو اطلاع کی گئی لیکن حیرت وشرم کی بات یہ ہوئی کہ میمورنڈم دینے کے لیے بمشکل ٢٠ سے ٢٥ لوگ ہی جمع ہوئے۔ جب کہ اسی دن اسی وقت ہندؤں کی طرف سے ملزمین کی حمایت میں ہزاروں لوگ کورٹ گراؤنڈ کے اندر جمع تھے بجرنگ دل، وشو ہندو پریشد، مکتی باہنی وغیرہ وغیرہ ہم لوگ خائف تھے کی کہیں یہ بھیڑ ہم لوگوں پر حملہ نہ کردے، اللہ اللہ کرکے کسی طرح ہم لوگ وہاں سے اپنے گھروں کو واپس آئے۔ یہ ہے مسلم قوم کی بے حسی یہ ہے مسجد کمیٹی کے ذمہ داران کا حال۔

ابھی تازہ واقعہ چند سطروں میں ملاحظہ فرمائیں، حافظ امام الدین نیک متقی پرہیزگار ٤٠ سالہ امامت کا تجربہ، مگن پور جامع مسجد، رام گڈھ، جھارکھنڈ میں ٥ سالوں سے امامت کی خدمات انجام دے رہے تھے چھٹی پر گھر گئے دوسرے دن کمیٹی والوں نے فون کرکے کہہ دیا کی آپ کو ہم لوگ نکال رہے ہیں کوئی وجہ بھی نہیں بتائی بغیر نوٹس، بغیر کسی جرم کے نکال دیا، جس قوم کے لوگ اپنے امام پر ظلم کو جاری رکھیں گے وہ قوم کیسے فلاح پائے گی غور کریں؟

**امام وموذن کی تنخواہیں۔** مصلیان مسجد، کمیٹی کے ذمہ داران غور کریں کیا مسجدوں کے امام وموذن اس معاشرے کا حصہ نہیں؟ کیا ہمارا معاشرہ اپنے امام وموذن کو اس کا مقام دے رہا ہے؟ امام کے مصلے پر صرف وہی شخص کھڑا ہوسکتا ہے جو شخص سب سے بہتر ہو، نیک ہو، علم والا ہو، لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ امام ہی کو ایک مزدور سے بھی کم تنخواہ دیتے ہیں ایک ٹیچر سے بھی کم تنخواہ امام کی ہوتی ہے۔ ٹیچر کو ریٹائر ہونے کے بعد تاحیات پنشن ملتی ہے اسپتالوں میں علاج کی سہولیت مفت میں وغیرہ وغیرہ۔ بے چارہ امام اسی تنخواہ میں بچوں کی پرورش، پڑھائی لکھائی، علاج ومعالجہ سب کچھ کرتا ہے۔ الامان والحفیظ۔ امام مسجد وموذن ہر جگہ عوام سے لے کر حکومت تک بے رحمانہ رویے کا شکار ہیں، جب کہ امام ہماری زندگی کا حصہ ہے، ہمارے ہر کام میں اس کی معاونت ہوتی ہے۔ مگر ہم ان کو ان کی خدمت کا کیا صلہ دے رہیں؟ ذرا آپ اور ہم ٹھنڈے دل سے سوچیں اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں، جو ہمیں قرآن کی تعلیم اور علم دین سکھائے اسے ہم کیا دے رہے ہیں؟ ائمہ مساجد مسجدوں میں دینِ اسلام کی خدمت کرتے ہیں، انتظامیہ کمیٹی ان کو تنخواہ دے کر یہ خیال نہ کرے یہ امام ہمارا ملازم ہے۔ بہت غلط سوچ ہے، بلکہ امام و موذن کو اعلیٰ مقام دے۔ جو مسلمان دین اسلام سے محبت کرنے والا ہوگا یقیناً ائمہ مساجد کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھے گا اور انھیں معزز جانے گا، اور جو عزت نہیں کرتے وہ بہت بدقسمت ہیں

اللہ ہم تمام مسلمانوں کو امام وموذن کی عزت وتکریم کرنے کی توفیق بخشے اور دلوں میں جو بے حسی وجمود ہے اسے دور کرے آمین ثم آمین۔

علمی تحقیق

آخری قسط

# قرآن کے علمی وفنی محاسن

مولانا محمد فروغ القادری

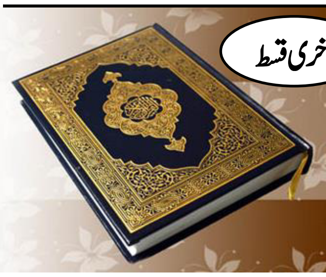

**حضرت** سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے مستند قرآنی نسخوں میں جو نسخہ مدینہ طیبہ میں رکھا اور جو بوقت شہادت آپ کے سامنے موجود تھا، اس کا سراغ باوثوق ذرائع سے چوتھی صدی ہجری تک ملتا ہے۔ چنانچہ تیسری صدی کے ایک محقق "ابو عبیدہ القاسم بن سلام" (متوفی ۲۲۳ھ) نے "کتاب القرآت" میں بیان کیا ہے کہ اس نے اس مصحف کو خود دیکھا تھا۔ "مشہور سیاح ابن بطوطہ" کا بیان ہے کہ اس نے اسے آٹھویں صدی ہجری میں بصرہ میں دیکھا تھا۔ دسویں صدی ہجری ابو تیمور کے زمانے میں ابو بکر الشاشی نے اسے حضرت عبد اللہ کے مزار پر دیکھا تھا۔ جب روس میں بالشویک حکومت قائم ہوئی تو یہ نسخہ ان کے ہاتھ آگیا۔ اس کے متعلق ۱۹۵۹ء میں روس کے ایک رسالہ "سویت دیس" جو اطلاعات شائع ہوئی تھیں، ان میں کہا گیا تھا کہ یہ "مصحف عثمانی" سلطان تیمور کے کتب خانے میں تھا جو ۱۳۹۳ء سمرقند میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کے بعد معلوم نہیں کہ کن حالات کے تحت یہ نسخہ قرآنی اس کتب خانے سے نکل کر سمرقند کی "مسجد خواجہ احرار" میں آگیا، اور صدیوں تک اس مسجد کے ایک مرمریں ستون سے قریب چاندی اور سونے سے مرصع صندوق میں محفوظ رہا۔ ۱۸۶۸ء میں روسی شہنشاہیت بخارا پر قابض ہوئی تو روسی گورنر جنرل "وان کاف مان" (RUSSIAN GOVERNOR VON KAVFMAN) نے خرید کر پیٹرس برگ (PERERS BURGH MOSCOW) کے شاہی کتب خانے میں تحفۃً بھیج دیا۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب روس کے بعد یہ نسخہ حکومت کے ایک فرمان کے مطابق روسی پارلیمنٹ کے مسلم نمائندوں کے ایک جلسے میں اوفا پہنچا، پھر اسے تاشقند لایا گیا۔ روسی نشریہ میں اس نسخے پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کے نشانات کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ روسی مستشرقین نے اس کی قدامت تسلیم کر لی ہے۔ (ماخذ ابو محفوظ الکریم معصومی، مصحف عثمانی کے تاریخی نسخے، مطبوعہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ۱۹۶۱ء)

ایک نسخہ قرآنی مدینہ طیبہ میں موجود تھا، جسے جنگ عظیم دوم میں ترکی کے گورنر فخری پاشا دوسرے تبرکات قسطنطنیہ استنبول لے گئے اب یہ وہاں کے "ٹوپ کاپی میوزیم استنبول ترکی" (TOPKAPI MUSEUM TURKEY) میں موجود ہے۔ میں نے اپنے دورۂ ترکی کے موقع سے استنبول میں ان تمام تبرکات کی زیارت کی تھی جن میں بیشتر کا تعلق عہد رسالت سے تھا۔ مذکورہ میوزیم کے ایک افسر نے مجھے بتایا کہ وہ نسخۂ قرآنی جو بوقت شہادت حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تلاوت فرما رہے تھے جس پر کہ ان کے خون کے نشانات بھی موجود ہیں۔ وہ یہیں محفوظ ہیں۔ عام دنوں میں نہیں صرف رمضان المبارک میں ہر سال اس کی زیارت کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔

ایک نسخہ کے متعلق مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ انھوں نے اسے جامعہ دمشق میں ۱۸۹۴ء میں دیکھا تھا۔ ایک اور نسخے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ فاس میں ہے۔ ایک "کتب خانہ خدیویہ مصر" اور ایک نسخہ البرٹ میوزیم لندن (ALBERT MUSEUM LONDON) میں رکھا گیا ہے۔ ان کے علاوہ متعدد صحابۂ کرام کے مقدس ہاتھوں سے لکھے گئے قرآنی شہ پارے ہندوستان، ایران، مراکش، مصر، عرب اور ترکی کے کتب خانوں اور عجائب گھروں میں محفوظ ہیں صاحب قرآن آقائے دو جہاں سرور کائنات ارواحنا فداہ ﷺ کی حیات ظاہری سے آج تک مسلمانوں کی عام آبادی نہیں بلکہ ان کی سلطنتیں مختلف ملکوں میں مسلسل اور متواتر چلی آرہی ہیں۔ ہر بندۂ مومن کا قرآن عظیم پر مکمل ایمان و عقیدہ ہے۔ اس کا کم از کم ایک نسخہ ہر گھر میں موجود ہے۔ صدیوں سے طلباء اس کے علمی و فنی محاسن ہے براہ راست استفادہ کر رہے ہیں۔ تفسیر قرآن پر مشتمل ہزار ہا کتابیں اب تک لکھی گئی ہیں۔ اس پورے عرصۂ حیات میں قرآن عظیم کے کسی ایک بھی ایسے نسخے کا سراغ نہیں ملتا جو دوسرے نسخوں سے مختلف ہو۔ علاوہ ازیں عہد رسالت سے لے کر آج تک کروڑوں کی تعداد میں حفاظ کرام مسلسل اور پیہم چلے آرہے ہیں۔ نماز تراویح اور پنج وقتہ نمازوں میں اس کی شب و روز تلاوت ہوتی ہے۔ ان تمام حقائق کے تسلیم کیے جانے کے بعد اب کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ قرآن عظیم اپنی حقیقی اور اصلی شکل و صورت میں قیامت تک باقی رہنے والی کتاب ہے۔ کلام الٰہی اور دین اسلام کی یہی وہ ناقابل تسخیر عظمت

اور ناقابل شکست قوت ہے جو صدیوں سے دانشوران فرنگ کو ورطۂ حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔

وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ.

(الانعام ۱۱۵/۸)

ترجمہ: اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں، اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں۔ (کنز الایمان)

قرآن عظیم وہ بلند رتبہ کتاب ہے جو کائنات ارضی و سماوی کے علاوہ دیگر علوم و فنون کی جامع ہے۔ نیز وہ اپنے دعویٰ کی دلیل بھی خود ہے۔ یہ قرآن عظیم کا اعزاز ہے کہ اس نے ”لا رطب ولا یابس“ کہہ کر علوم آفاق و انفس کا احاطہ کر لیا ہے۔ چنانچہ علوم قرآنیہ کے بارے میں مفسرین و محققین نے اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر بہت کچھ لکھا ہے۔ قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا ہے کہ قرآنی علوم کی تعداد تقریباً تین لاکھ نو ہزار آٹھ سو ہے اور الحمد للہ سے لے کر والنّاس تک استعمال ہونے والا ہر کلمہ کسی نہ کسی علم اور فن کی بنیاد ہے۔ (قانون التاویل)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کے ہر حرف کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے، پھر ظاہر و باطن کے لیے ایک حد آغاز اور ایک حد اختتام ہے۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعوذ باللہ اور بسم اللہ میں لاکھوں مسائل کا ذکر فرمایا ہے۔ بلاشبہ قرآن عظیم میں علم الارض، علم فلکیات، علم ریاضی، علم النفس، علم الانسان، علم طب، علم ہیئت، علم میراث، علم تعبیر، علم فصاحت و بلاغت، علم رجال، علم دعوت، علم تصوف، علم تاریخ اقوام، علم معدنیات، علم تجارت و معیشت، علم الرویاء، علم تفسیر القرآن، علم الٰہیات، علم طبعیات اور علم رموز قرآن کے بے شمار مسائل موجود ہیں۔ قرآن عظیم کی کل چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیات مبارکہ ہیں اور ان میں سے تقریباً چھ سو (۶۰۰) آیات قرآنیہ سائنسی موضوعات و علوم سے متعلق ہیں۔ لہٰذا مسلم سائنس دانوں نے ہمیشہ ان موضوعات تحقیقی کام کیا ہے، چنانچہ مسلم سائنس دانوں میں کندی، رازی، فارابی، ابن سینا، امام رازی، ابن الہیثم، ابن رشید اور علامہ ابوریحان البیرونی کے اسمائے گرامی سر فہرست ہیں۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے ہی سائنسی علوم کی بنیاد رکھی ہے جس کے ثمرات آج پوری دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ مغرب کے ترقی یافتہ علوم و فنون در اصل اسلام ہی کے رہین منت ہیں۔ جس کا برملا اعتراف دانشوران مغرب کو بھی ہے۔

مشہور برطانوی مصنف برفالٹ (ROBERT BRIFAULT) (1876-1948) اپنی کتاب THE MAKING OF HUMANITY (1919) (تعمیر انسانیت) کے صفحہ نمبر ۱۰۹ پر لکھتا ہے کہ اگرچہ یورپ کی ترقی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جس میں اسلامی تہذیب کے فیصلہ کن اثر کے نشانات موجود نہ ہوں۔ لیکن یہ اثر کہیں بھی اتنا واضح اور اہم نہیں جتنا کہ اس کی طاقت کے ظہور میں ہے جو دنیائے جدید کی مخصوص اور مستقل قوت اور اس کی کامیابی کا سب سے بڑا راز ہے یعنی ”حقائق اشیاء کی تلاش اور سائنسی طرز فکر۔“

نامور مفکر ”تھامس کارلائل“ (THOMAS CARLYLE) (1795 - 1881) قرآن عظیم کے مطالعے کے بعد اپنے مافی الضمیر کو ان سنہرے حروف میں تاریخ کے اوراق پر ثبت کرتا ہے کہ ”قرآن کے احکام اس قدر عقل و حکمت کے مطابق واقع ہوئے ہیں کہ اگر انسان انھیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کر سکتا ہے۔ شریعت اسلام اعلیٰ درجے کے احکام عقلیہ کا مجموعہ ہے۔ میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر حد درجہ نمایاں انداز میں موجود ہے۔ قرآن مسلمانوں کا مشترکہ قانون ہے۔ معاشرتی، ملکی، تجارتی فوجی، عدالتی تعزیری یہ تمام معاملات اس میں پائے جاتے ہیں۔ باوجود اس کے یہ ایک مذہبی کتاب ہے جس نے کائنات کی تمام صنعتوں کی تشریح و تعبیر کو دنیائے علم و فن کے سامنے پیش کیا ہے۔

یورپ کے عظیم فاتح نپولین بوناپارٹ (NEPOLEON BONAPARTE 1769-1893) نے کہا کہ ازمنۂ وسطیٰ میں اسلامی تاریخ، تہذیب اور تمدنی کی تاریخ ہے۔ ہم مسلمانوں کے ممنون ہیں کہ انھوں نے یورپ کی بیداری کے لیے یونانی فلسفہ اور سائنس کو مرنے سے بچا لیا ہے۔ اور اس شاندار دور کا آغاز کیا، جس نے راجر بیکن (ROGER BACON 1214) کے فلسفے کی درستگی کی۔ قدیم دنیا پر مصائب نے اپنے گہرے سائے ڈال رکھے تھے۔ مسلمانوں کے عظیم پیغمبر حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے دنیا کے سامنے قرآن پیش کر کے عہد جدید کا سنگ بنیاد رکھا اسلامی تعلیم و تہذیب ہے جہاں نسلی اور مذہبی امتیازات کی گنجائش نہیں۔“ وہ آگے کہا ہے کہ۔“

”حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو، حضرت عیسیٰ نے رومیوں کو اور حضرت محمد (علیہم السلام) نے پوری دنیائے قدیم کو اللہ کی ذات سے روشناس کرایا۔ آریہ اقوام اور کئی اور دوسرے مذہبی فرقوں نے ثلیث کے نظریے پر بحث کر کے ایشیا کے امن و سکون کو غارت کر دیا تھا۔ حضرت محمدؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اعلان فرمایا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے، اس کا باپ ہے نہ بیٹا، اور نظریۂ ضرورت بت پرستی کی ایک شکل ہے، حضرت محمدؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے قرآن کے سرورق پر لکھا۔ ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ مجھے امید ہے وہ وقت دور نہیں، جب میں دنیا کے ذہین اور تعلیم یافتہ افراد کو متحد کرنے کے قابل ہو جاؤں گا، کیوں کہ قرآن کے سچے اصول ہی انسانی گروہ کی خوش حالی کی طرف رہ نمائی کر سکتے ہیں۔“

افسوس کہ اس عظیم فاتح کو اپنی عزیز ترین خواہش کو پورا کرنے کا موقع نہ مل سکا، اور انگریزوں کی سازش اسے لے ڈوبی۔ نہیں تو آج جدید یورپ سے لے کر برصغیر تک کا علمی، فکری اور مذہبی نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

(PROF. HERBERT WELLS 1895-1946)

"پروفیسر ہربرٹ وائل" نے لکھا ہے کہ قرآن جو اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا پڑا ہے۔ وہ ایسے وقت دنیا کے سامنے پیش ہوا جب کہ ہر طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ زمین پر کوئی جگہ ایسی نہیں تھی جہاں نیکیوں کا رواج ہو اور کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو سیدھے راستے پر چلتی ہو۔ قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی اور وحشیوں کو انسان کامل بنا دیا۔ جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے، وہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی بھی شعبہ لے لیجیے، نا ممکن ہے کہ اس شعبے میں اس کی تعلیمات رہنمائی نہ کرتی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک صاحب فہم و فراست آدمی بیک وقت دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن ایک مکمل کتاب ہدایت ہے۔ زندگی کے تمام تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ اس کا مقصد اوّلین نوع انسانی کو ہر اعتبار سے اوصاف جمیلہ کا حامل بنانا ہے۔ اور یہ آسمانی مذاہب کا آخری اور مکمل ایڈیشن ہے۔"

"ڈاکٹر راڈویل" (DR. RADWELL) لکھتا ہے کہ:

"قرآن نے اوّل تو جزیرہ نمائے عرب کے مختلف صحرائی قبیلوں کو ایک قوم میں تبدیل کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اسلامی دنیا کی وہ عظیم الشان سیاسی و مذہبی جماعتیں قائم کیں، جو آج یورپ اور مشرق کے لیے ایک بڑی طاقت کا درجہ رکھتی ہے۔ قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس جدید علمی تحریک کا آغاز کرنے والا ہے، جس نے ازمنۂ وسطیٰ میں بہترین دل و دماغ رکھنے والے یہودی اور عیسائیوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ تحقیقات سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ یورپ میں علم کے دور جدید سے کئی صدیوں بیشتر یورپ کے علماء فلسفہ، ہندسہ، ہیئت، فلکیات اور دیگر علوم کے متعلق جو کچھ جانتے تھے، وہ تقریباً کلیۃً اصلی عربی کتابوں کے لاطینی ترجموں کے ذریعے انھیں حاصل ہوا، یہ قرآن ہی کا کارنامہ ہے کہ اس نے ابتداءً ان علوم کے حاصل کرنے کا ذوق و شوق عربوں اور ان کے دوستوں میں پیدا کیا۔" آگے مزید لکھتا ہے کہ "یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا جو تخیل بلحاظ صفات قدرت، علم، ربوبیت عامّہ اور وحدانیت کے قرآن میں موجود ہے، اس جیسا کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔ اس بنا پر قرآن بہترین تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ قرآن نے یہ ثابت کر دیا کہ اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں، جن کے ذریعے سے زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں۔ اس کی تعلیم میں وہ تمام اصول موجود ہیں، جو علمی قوتوں کا سرچشمہ ہیں۔ یہ قرآن ہر طرح کی تحریف سے پاک ہے۔"

(COUNT TOLSTOY, RUSSIAN WRITER 1828-1910) "نامور روسی مفکر کاؤنٹ ٹالسٹائی" لکھتا ہے کہ:

"یہ کتاب (قرآن) عالم انسانی کے لیے ایک بہترین رہبر ہے۔ اس میں تہذیب، شائستگی، معاشرت، اخلاق اور تمدن کی اعلیٰ تعلیمات موجود ہیں۔ اگر صرف یہ کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر (REFORMER) پیدا نہ ہوتا، تو یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لیے کافی تھی۔ وہ آداب و اصول، جو فلسفہ و حکمت پر قائم ہیں، جن کی بنیاد عدل و انصاف پر ہے۔ جو دنیا کو بھلائی اور اسلام کی تعلیم دیتے ہیں، ان میں سے ایک جزء بھی ایسا نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ وہ اعتدال و میانہ روی کا راستہ دکھاتا ہے، گمراہی سے بچاتا ہے، اخلاقی کمزوریوں سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے۔ اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمال سے بدل دیتا ہے۔

ایک فرانسیسی مورخ لکھتا ہے کہ:

اسلام حقیقت میں ایک طرح کا اجتماعی مذہب ہے جس کو دنیا نے حق تسلیم کیا ہے۔ قرآن میں وہ تمام فوائد موجود ہیں جس سے زمانہ حال کا تمدن بنا ہے۔ اسلام ہی دنیا کی عمرانی ترقی کے لیے ہر قسم کے ذرائع یورپ کو بہم پہنچائے ہیں۔ اگر بالفرض روئے زمین سے اسلام مٹ گیا، مسلمان نیست و نابود ہو گئے اور قرآن کی حکومت جاتی رہی تو دنیا کا امن و امان کبھی قائم نہیں رہ سکے گا۔ روئے زمین سے اگر قرآن کی حکومت جاتی رہی تو دنیا کا امن و امان کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ قرآن صرف مذہبی قواعد و احکام کا مجموعہ ہی نہیں، بلکہ اس میں اجتماعی اور سوشل احکام بھی ہیں جو انسانی زندگی کے تمام شعبے جات کے لیے مفید اور کار آمد ہے۔"

"ڈاکٹر وکٹر" (DR. VICTOR) لکھتا ہے کہ:

اس کتاب (قرآن) کی مدد سے عربوں نے سکندر اعظم کی اور رومیوں کی سلطنتوں سے بھی بڑی بڑی سلطنتیں فتح کر لیں۔ فتوحات کا جو کام رومیوں سے سینکڑوں برس میں ہوا تھا۔ عربوں نے اسے دسواں حصہ وقت میں پہنچا دیا۔ اسی قرآن کی مدد سے اقوام عالم میں یہ اعزاز صرف عرب مسلمانوں کو وہ شاہانہ حیثیت سے وہاں داخل ہوئے جہاں اہل فرانس بطور تاجر اور یہودی پناہ گزینوں اور اسیروں کی حالت میں پہنچتے تھے۔ ان عربوں نے بنی نوع انسانی کو روشنی دکھائی جب کہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ان عربوں نے یونان کی عقل و دانش کو زندہ کیا، اور مشرق و مغرب کو فلسفہ، طب اور علم ہیئت کی تعلیم دی اور موجودہ سائنسی علوم کی ترویج و اشاعت میں نمایاں

حصہ لیا۔" "جرمن فاضل گوئٹے" نے برملا اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ "اس کتاب کی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کی فتوحات اور "رومۃ الکبریٰ" کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کر لی۔ قرآن کا قانون بلا شبہ بائیبل کے قانون سے زیادہ مؤثر ہے۔"

WHAT HAPPEND IN HISTORY کا مصنف

"V. GORDON CHILDE" (1892-1957) لکھتا ہے کہ:

"میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ یورپ کے معاہدے، یورپ کی دفاعی تدابیر، یورپ کا سیاسی اتحاد اور بین الاقوامی پارلیمنٹ یا حکومت کی تجویز اور دوسری تمام تدابیر ناکام و بے سود رہیں گی، اگر اس کی بنیادوں میں خدا کے تصور اور اخلاقی قدروں کو جگہ نہ دی گئی۔ جہاں عالمی امن کے لیے بہت سارے نسخے آزمائے گئے ہیں، وہیں مذہب کا یہ نسخہ بھی آزما کر دیکھ لینا چاہیے۔ اگر اس کے لیے کوئی تیار ہو تو میں مشورہ دوں گا کہ وہ اس سلسلے میں قرآن کو ہرگز نظر انداز نہ کرے کیوں کہ اس راہ کی رہنمائی میں اس کتاب (قرآن) سے بہتر کوئی اور کتاب انجام نہیں دے سکتی۔"

اعجاز قرآنی کا یہی وہ پہلو تھا جسے دیکھ کر انگلستان کا مشہور مورخ "گبن" (EDWARD GIBBON 1737-1794) بے اختیار پکار اٹھا۔

"قرآن کی نسبت بحر اطلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے اور صرف اصول مذہب کے لیے نہیں بلکہ احکام تعزیرات کے لیے اور قوانین کے لیے بھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ یہ شریعت ایسے دانش مندانہ اصول اور اس قسم کے قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔"

(ENGLISH HISTORIAN, WRITER AND MEMBER OF BRITHIS PARLIAMENT LONDON. (1774-1784)

"قرآن عظیم" ہماری شخصی اور اجتماعی زندگی کی بنیاد ہے۔ دنیا کے بے شمار کتابیں ہمارے مطالعے میں رہتی ہیں۔ بین الاقوامی درس گاہوں سے ہم مختلف عنوانات پر ڈگریاں بھی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن ایک انتہائی اہم کتاب "قرآن عظیم" کی طرف ہماری توجہ نہیں ہو پاتی۔ یہ بات اکثر تجربے میں آئی ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ تعلیم یافتہ ہوگا اس میں اس بات کے زیادہ امکانات موجود ہیں کہ وہ قرآن عظیم کو احسن اور بہتر انداز میں سمجھ سکے۔ قرآن عظیم کی عظمت کا احساس ہر بندۂ مومن کے لیے دینی اور علمی فریضہ ہے۔ دنیا میں جتنے بھی علمی و فکری انقلابات آئے ہیں سب اسی کی بازگشت ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد یہ یقین ہو جاتا ہے کہ کائنات کا سائنسی علم ایک مومن کی میراث ہے۔ جسے وہ بد قسمتی سے کئی صدیوں قبل گم کر چکا ہے۔ قرآن عظیم ۷۵۰ دفعہ سے زائد مرتبہ مسلمانوں کی توجہ سائنسی حقائق اور مشاہدات کی طرف مبذول کرائی گئی ہے۔ ہم اپنی اس متاع گم گشتہ کو دوبارہ کیسے حاصل کر سکتے ہیں، اس کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس ضمن میں ماضی قریب کے مسلم مفکرین میں شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی کوشش احیائے علوم قرآن کے حوالے سے بہت نمایاں رہی ہیں۔ مغربی یورپ کی جدید درس گاہوں کے ارباب علم و دانش کو قرآن عظیم کے سائنسی حقائق کی جانب متوجہ کروانے میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ "علامہ اقبال" موقف یہ تھا کہ۔

"موجودہ دور میں اسلام کے علم الکلام کی بنیاد بھی جدید تجرباتی علوم کی دریافتوں پر استوار ہونی چاہیے اس لیے کہ ان کے نتائج قرآنی افشائے حقیقت سے ہم آہنگ ہیں۔ چنانچہ دین کا سائنٹیفک علم موجودہ کے مسلمانوں کے اعتقاد کو پختہ بنا دے گا۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ "کلاسیکل فزکس (CLASSICAL PHYSICS) نے خود اپنے اساسی مفروضوں پر تنقید کرنا سیکھ لیا ہے۔ اس کے نتیجے میں مادیت کی وہ قسم جس پر شروع میں اس کی بنیاد کو استوار کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا، تیزی سے غائب ہوتی جا رہی ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب مذہب اور سائنس اپنی اس باہمی مطابقت کو دریافت کر لیں گے جس کا اب تک تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔" (RECONSTRUCTION LECTURS)

بلا شبہ مذہب سائنسی معیار سے کہیں زیادہ بلند ہے اس کا باہم کوئی تقابل نہیں، عصر حاضر کے مفکرین نے اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئن سٹائن (ALBERT EINSTEIN 1879-1955) اور دوسرے سائنس دانوں کی تحریروں میں جا بجا قرآنی الفاظ یا قرآن فہمی سے حاصل شدہ تعبیریں ملتی ہیں۔ یہ اپنی فکری تصادم کے دقت طراز مرحلوں سے گزرتے ہوئے بار ہا صناعی قدرت کا مشاہدہ کیا ہے۔ ریاضیت کی منزل تک پہنچنے میں اسلام کا فکری اور شعوری انقلاب ہر لمحہ ان کے شریک رہا۔

وہ خود لکھتے ہیں کہ: "دنیا میں نئے دور کی آمد آمد ہے اس میں ایسے مذہب کی حکمرانی ہوگی جو سائنس سے بہتر و برتر ہوگا، اور سائنس جس کی برتری کو تسلیم کرے گی وہ مذہب اسلام اور قرآن ہوگا۔"

قرآن عظیم ان تمام موضوعات کا حد درجہ جامعیت کے ساتھ احاطہ کیے ہوئے ہے، جنھیں آفاق و انفس کی تعبیر میں آیات الٰہیہ اور اس کی حکمتوں سے یاد کیا جاتا ہے۔ جب انسان کلام الٰہی کی تلاوت کرتا ہے تو غیر ارادی طور پر اس کی توجہ ان آیات میں بیان کردہ حکمتوں کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔ ایسے عالم میں وہ اپنے ضمیر کی آواز پر مجبور ہے کہ وہ ان حکمتوں پر غور

کرے اور واقعات کا قرآن کی روشنی میں جائزہ لے۔ ایسا کرنے سے انسان پر یہ حیرت انگیز انکشاف ہوگا کہ قرآن انسانی زندگی پر بھی ویسے ہی حاوی ہے جس طرح وہ کائنات کی دوسری چیزوں پر ہے۔ اس کی حکمت ذرّے ذرّے سے عیاں ہے۔ دین اسلام کی خوبی ہے کہ یہ سائنسی بصیرت کو انسان کے روحانی فضائل میں سے ہر ایک کے لیے جزو لاتجزی کی حیثیت دیتا ہے۔ اور یہ اس کی دائمی ثبات کی بہت بڑی دلیل ہے۔

وہ علم کم بصری جس میں ہم کنار نہیں
تجلیات کلیم و مشاہدات حکیم!

دنیا کے دیگر تمام مذاہب کی کتابیں بھی مشہور ہیں۔ تاہم قرآن عظیم کے علاوہ باقی کتابوں کے متعلق دنیائے دانش بلکہ خود ان کے ماننے والوں کا بھی یہ اعتراف ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں ہے۔ خاص کر بائیبل سے متعلق مشہور رسالہ "LIFE" کا بیان ہے کہ وہ انسان کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ اس کے اکثر الفاظ ان لوگوں کی تصنیف ہیں جن کا نام بھی ہمیں معلوم نہیں۔ اور عیسائیت کے پھیلنے کے بعد تو غلطیاں بڑھتی رہیں۔ حتیٰ کہ عہد نامۂ جدید میں عہد نامہ قدیم سے بھی زیادہ تبدیلیاں ہوئیں۔"

(رسالہ لائف، بعنوان بائیبل، ۱۹/ اپریل ۱۹۶۵ء)

قرآن عظیم حضور نبی اکرم ﷺ کا ناقابل تسخیر معجزہ ہے جس کے اثرات واعجازات قیامت کی صبح تک ظاہر ہوتے رہیں گے اور قرآن کی صداقت وحقانیت کے لیے حجّت بنتے رہیں گے۔ اللہ جلّ شانہ نے انسان کو "قلم" کے ذریعے سے علم سکھایا، اور وہی ہر آن انسانی علم وادراک میں اضافہ کرتا جارہا ہے۔ قرآن نے جو حقیقتیں صدیوں پہلے بیان کی تھیں۔ آج عقلیات کے جادۂ ہائے تحقیق و اکتشاف پر چلنے والے دنیائے شرق و غرب کے ارباب علم و دانش بھی انھیں کا اعتراف کررہے ہیں۔ عصر جدید کی سائنسی دریافتیں قرآن عظیم کی مرہون منّت ہیں۔ طبعیات، کیمائیات، حیاتیات، فلکیات، معاشیات اور نامیات یہ ایسے ٹھوس اور دقت طراز علوم و فنون ہیں جس کی بنیادیں قرآن عظیم نے فراہم کی ہیں۔ ظنّ وتخمین اور ملحدانہ فلسفے کے مدمقابل سائنسی نقطۂ نظر سے قرآن عظیم نے لافانی حقائق سے آگاہی عطا فرمائی ہے۔ اس طرح جن قرآنی حقائق کی تصدیق ہورہی ہے وہ آج دریافت کنندگان کے لیے حجّت بن رہے ہیں۔ اس حوالے سے چند ارشادات پیش خدمت ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوَ لَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ کَانَتَا رَتۡقًا فَفَتَقۡنٰہُمَا ؕ وَ جَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۰﴾ .

(الانبیاء ۲۱۔۳۰)

ترجمہ: "کیا ان کافروں کے علم میں یہ بات نہیں آئی کہ پہلے آسمان اور زمین جڑے ہوئے ایک ہی شے تھے۔ پھر ہم نے ان کو علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ اور یہ کہ ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا۔ پھر یہ کیوں نہیں ایمان لاتے۔"

عہد حاضر کے الحاد پسندانہ فلاسفرس اور اسلام کے مفکرین نے بھی اس آیت قرآنی کی عظمت و صداقت دیکھ لی ہے۔ وہ اس آیت کریمہ میں ذکر کردہ حقائق کو دنیا کے سامنے لاکر رہے ہیں۔ اور اس طرح قول الٰہی اور معجزۂ مصطفوی کی تصدیق ہو پھر دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔

ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَ ہِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَہَا وَ لِلۡاَرۡضِ ائۡتِیَا طَوۡعًا اَوۡ کَرۡہًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیۡنَا طَآئِعِیۡنَ ﴿۱۱﴾ . (۴۱۔۱۱)

ترجمہ: "پھر آسمان کے بنانے کی طرف توجہ فرمائی، وہ اس وقت دھواں سا تھا۔ سو اس سے اور زمین سے کہا کہ تم دونوں خوشی خوشی سے (وجود میں) آویا چارو نار۔ دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔"

تخلیق کائنات کے جدید سائنسی نظریات:

اب دیکھیے کہ موجودہ دور کے سائنس داں خود ان باتوں کو بیان کر رہے ہیں۔ مثلاً مشہور ایٹمی سائنس داں "جارج گیمو" (GEORGE GAMO PHYSICIST 1904-1968 U.S.A.) لکھتا ہے:

کائناتی مکان (فضا) کثیر توانائی والی گاما شعاعوں (HIGH ENERGY GAMA RADIATION) سے پُر تھا۔ لیکن میں موجودہ مادّہ کا وزن مخصوص زمین سے بالاتر فضا کی ہوا کے برابر تھا۔ ہماری کائنات کی تخلیقی تاریخ کے پہلے گھنٹے کے بعد کائنات میں ۳۰/ ملین سال تک کوئی واقعہ خاص نہیں ہوا۔ غالبًا اسی زمانے کے متعلق قرآن نے کہا ہے کہ تمام آسمان دھوئیں یا گیس کی شکل میں تھا۔ مزید یہ لکھتا ہے کہ بنیادی چیز جس سے کہ کائنات بنی ہے وہ دراصل "ہائیڈروجن" (HYDROGEN) ہے۔ یہ گیس جو کہ نئے تخلیق شدہ ایٹموں سے مرکّب تھی پھیلتی رہی۔" اسی کے متعلق قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ والسَّماءَ بینھُما بأید وّ انّا ملوسِعُون۔ (یعنی آسمان کو ہم نے اپنے دست قدرت سے بنایا، اور ہم اس کو وسیع کرنے اور پھیلانے والے ہیں) اکثر سائنس داں اس بات کے قائل ہیں کہ کائنات کا یہ پھیلاؤ اس وقت بھی جاری ہے۔ یعنی ہر آن یہ کائنات پھیلتی اور وسیع ہوتی جارہی ہے۔ ساتھ ہی نئے ایٹموں سے مرکّب گیس کا درجۂ حرارت تدریجاً کم سے کم تر ہوتا رہا۔ جب مادّہ تخلیق ہو چکا تو "نیوٹن" وال کشش ثقل بروئے کار آنے لگی اور اس نے یکساں حالت کی گیس کو عظیم بادلوں میں تبدیل کر دیا۔ جسے فلکیات کی اصطلاح میں۔ IGANTIC CLOUD میں تبدیل ہونا کہتے ہیں۔ اور ابتدائی کہکشائیں PROTO GLAXIES بن گئیں۔ کائنات اس وقت بھی گرم تھی، اگرچہ مکمل اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔"

نوٹ: (قرآن عظیم نے جو کہا ہے کہ "وَّ کَانَ عَرۡشُہٗ عَلَی الۡمَآءِ" یعنی اس

کاعرش پانی پر تھا اس میں غالباً اسی موقع کی طرف اشارہ ہے۔ عرش کا پانی کے اوپر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت بھی اس کی اسی سرمایۂ وجود پر مشتمل تھی اور اس پر اس کا اقتدار قائم تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آیت پانی کی تشکیل کے دور سے متعلق ہو۔ واللہ اعلم بالصواب)۔

کس طرح کواکب سماواتی اور زمین معرض وجود میں آئے ہیں۔ اس کی تمام تفصیلات قرآن عظیم میں درج ہیں۔ اور دنیا کے تمام سائنس داں ان قرآنی انکشافات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ مشہور ماہر فلکیات "فریڈ ہولے" (1915-2001 U.K. FRED HOYLE) تخلیق کائنات کے ذکر کو ایک فقرے میں یوں سموتا ہے۔

THE SUM UP STAGES FIRST A WHIRLING DISC OF GAS, THEN EDDIES, CLOUDS, CONDENSATION, FINALLY STARS. (THE NATURE OF THE UNIVERSE. PAGE 77)

ترجمہ: مختصر یہ کہ پہلے ایک گیس کا گھومتا ہوا مرغولہ، پھر اس میں لہریں اور بھنور، پھر بادل، پھر تکاثف اور انجماد، پھر ستارے، سورج، سیّارے۔

قرآنی زبان میں اس کو یوں کہا جائے گا۔ پہلے دخان، پھر ماء، پھر سموات وارض بن گئے۔ جیسے کہ آیات قرآنی میں مذکور ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا. (۱۱-۷)

فی ستہ ایام کا مفہوم:

جارج گیمو (GEORGE GAMOW 1904-1968 U.S.A.) مشہور ایٹمی سائنس داں اپنی کتاب میں ریاضی اور طبعیات کی طویل بحث کے بعد کہتا ہے کہ کائنات کی تخلیق ہمارے زمانے سے چھ (۶) بلین سال پہلے ہوئی تھی (THE CREATION OF UNIVERSE P. 16-17) اب آپ غور فرمائیں کہ قرآن میں ایام کے تذکرے میں مندرجہ ذیل آیات کریمہ ملتی ہیں۔

(۱) وَ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۝ (۲۲-۴۷)

(یعنی آپ کے رب کے ہاں کا ایک دن تم لوگوں کے شمار کے موافق ہزار سال کا ہوتا ہے۔)

(۲) تَعْرُجُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۝ (۷۰-۴)

مندرجہ بالا آیات قرآنیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں یوم کی وہ مقدار نہیں جو ہمارے ہاں قرینۂ عقل قرآن عظیم میں ہزار سال اور پچاس ہزار سال کے ایام کا تذکرہ موجود ہے۔ گویا تکوینی امور اور نظام مشیت کے ایام مختلف وسعت زمانی رکھتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم ان کو لفظ "دور" سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ کرۂ ارضی پر سورج کے طلوع و غروب سے جو دن رات نمودار ہوتے ہیں، ان کا تعلق ہماری زندگی اور ہمارے پیمانہ وقت سے ہے۔ ساری کائنات ہماری ارضی دن رات کی پابند ہیں، اور نہ ہمارے سورج کی گردش کے زیر اثر ہے۔ یہاں صاف طور پر ایام کے مراد ایک طویل وقفے ہیں جو ہزاروں لاکھوں سالوں کی وسعت رکھتے ہیں۔ یوم کا انگریزی ترجمہ PERIOD ہوگا۔ اس طرح سے اس بات کا قوی امکان ہے کہ چھ (۶) یوم سے مطلب چھ (۶) بلین سال ہوگا جو "جارج گیمو" (GEORGE GAMOW) کا اندازہ اور حساب ہے۔

پھر "جارج گیمو" لکھتا ہے کہ ہم اس کائنات کے کسی بھی حصے کی عمر کا تخمینہ لگائیں تو ہم کو ہمیشہ اور ہر طریقے سے ایک جواب حاصل ہوتا ہے یعنی چند بلین سال۔ گویا عصر حاضر کے سائنس نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ یہ کائنات ازل نہیں بلکہ اس کی باضابطہ اور منظم تخلیق ہوئی ہے۔ اور اس کی عمر کا بڑی حد تک اندازہ بھی ہو گیا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ تخلیق کائنات اور اس کی عمر کے معاملے میں قرآن کے بیان سے موجودہ سائنس نے خاصی مطابقت پیدا کر لی ہے۔

سائنسی انکشافات کی سرمستی کے ابتدائی دور میں انسان کے ذہن نے ایسے فلسفے تشکیل دیے جن کا رخ صراحتاً الحاد اور لادینیت کی طرف تھا۔ خلّاق کائنات کی نفی کرتے ہوئے دائمی کائنات یا ازلی مادّے کا تصور کیا گیا تھا۔ مگر آج کے سائنس داں کے لیے تخلیق کائنات کو تسلیم کرنا ان کی اپنی تحقیق کا لازمہ ہے۔ بیسویں صدی کے ابتدائی عشرے تک مغربی دنیا کے تمام سائنس داں اس بات پر متفق تھے کہ نہ مادّہ کی تخلیق کی جا سکتی ہے اور نہ مادّے کو تباہ کیا جا سکتا ہے (THE NATURE OF THE UNIVERS) سائنس کا یہ بنیادی قانون اسکولوں اور کالجوں میں باضابطہ طلباء کو حد درجہ تاکید کے ساتھ پڑھایا جاتا تھا۔ اور عجب یہ کہ اس قانون سے متعلق "سائنس دان" یہ یقین کامل رکھتے تھے کہ یہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ لیکن آج کے سائنس دان اور مغربی محققین اس بات کا واضح لفظوں میں اعتراف کر رہے کہ مادّے کی تخلیق نہ صرف ممکن ہے بلکہ ہر آن ہو رہی ہے۔ اور ہر وقت جاری ہے۔

BRITISH WRITER, EDMOND HOYLE 1672-1769 LONDON.

برطانوی مفکر پروفیسر "ہولے" لکھتا ہے کہ:

THE IDEA THAT MATTER IS CREATED CONTINUOUSLY REPRESENTS OUR ULTIMATE GOAL............CONTINUOUS CREATION IS THE MOST SATISFACTORY.

یعنی "ہمارا آخری منتہیٰ یہ نظریہ ہے کہ ہر آن مادّہ کی تخلیق ہوتی رہتی

ہے۔اور یہی نظریہ دراصل پوری طرح اطمینان بخش ہے۔"

یہاں میں عرض کرتا چلوں کہ اک زمانہ تھا کہ بعض مسلم فلاسفہ بو علی سینا وغیرہ بھی یونانی فلسفے سے متاثر ہو کر اس بات کے قائل ہو گئے تھے کہ مادّہ ازلی ہے۔لیکن امام غزالی نے یہ دلائل ان کے ملحدانہ فلسفے کے تارو پود بکھیر دیے۔ آج سائنس دانوں کا نقطۂ نظر عملی اور تجرباتی انکشافات کے بعد قرآنی حقائق سے باضابطہ مطابقت پیدا کر رہا ہے، اور وہ خود آگے بڑھ کر یہاں مغرب کی درس گاہوں میں تخلیق کائنات اور تخلیق مادّہ کے موضوع پر کتابیں لکھ رہے ہیں۔ اور یہ بلاشبہ قرآن کا اعجاز اور علوم نبوی کا فیضان ہے۔ مادّہ کی اس تخلیق مسلسل کے لیے ہر آن کائنات وسیع سے وسیع تر ہوتی جا رہی ہے۔ اور ہر آن تخلیق مادّہ اور اس سے جو نئی کہکشائیں پیدا ہو رہی ہیں۔ ساتھ ہی کئی طرح کے دیگر انقلابات نظام کائنات میں واقع ہو رہے ہیں۔ آفاق و انفس کی وسعتوں میں جس قدر تحقیقات ہوتی رہیں گی، عقلیات کی دنیا قرآن اور صاحب قرآن کی لازوال عظمتوں سے قریب تر ہوتی چلی جائے گی۔ دین اسلام کا غلبہ اللہ جلّ شانہٗ کے ذمۂ کرم میں ہے اور واقع ہو کر رہے گا۔ (ان شاءاللہ)

یہ کائنات ابھی نا تمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

(اقبالؔ)

اگر ہم اپنی خدا داد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر تحقیق و ریسرچ (RESEARCH) کے میدانوں میں نکلیں تو ہمارے لیے صرف یہ دنیا ہی نہیں، بلکہ اور بہت سارے جہان منتظر ہیں کہ ہم آگے آئیں اور قدرت کے پوشیدہ رازوں سے پردے اٹھائیں زیر نظر مضمون کا عنوان "قرآن اور سائنس" نہیں تھا۔ یہ چند سطور قرآن کے فنّی محاسن لکھتے وقت ضمناً آ گئے ہیں یہ ایک مستقل موضوع ہے جو تفصیل طلب ہے۔ قرآن اللہ کی مقدس کتاب ہے جس کی وساطت سے بندہ اپنے رب سے شرف ہم کلامی حاصل کرتا ہے۔ وہ اس دنیا میں اسلام کی صداقت و حقانیت کا محسوس نمائندہ ہے۔ وہ حق اور باطل کا پیمانہ ہے۔ قرآن عرش کی آواز اور ربّانی بادشاہت کا دستور ہے جو اس زمین پر آباد ہر فرد بشر کے لیے ہے۔ قرآن وہ قانون حیات ہے جس نے بغیر کسی رنگ و نسل کے امتیاز کے انسانیت کی تعمیر و ترقی میں اپنا نمایاں کردار پیش کیا ہے۔ قرآن وہ کتاب حکمت ہے جس میں سرّ وحدت بھی ہے اور رموز کائنات بھی۔ آفاق کی وسعتوں میں کمندیں ڈالنے والے اصحاب فضل و کمال اور بندگان فقر و غیور درس گاہِ قرآن ہی کے پروردہ تھے۔ قرآن وہ سپیدۂ سحر ہے جو بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لاتا ہے۔ قرآن وہ مشکوٰۃ بزم الوہیت ہے جس سے اندھیری رات کے مسافر اور جادۂ حق کے متلاشی راستہ پاتے ہیں۔

☆☆☆☆

(ص:۲۱/ کا بقیہ)... بلکہ وہ نفسانی خواہشات کی تکمیل اور تفریحِ طبع کے ذرائع ہیں جنہیں محبت کا لبادہ اڑھا دیا گیا ہے اور بروز حشر اس محبت کا بھرم کھل کر سامنے آ جائے گا۔

**حاصل کلام:** یہ کہ محرم کا یہ مقدس مہینہ جس میں کربلا کے شہیدوں نے اپنے مبارک خون سے اسلام کی آبیاری اور اس کے آئین کے تحفظ کا فریضہ انجام دیا تھا، آج پوری طرح خرافات اور منکرات کی چپیٹ میں ہے۔ شیعوں کی دیکھا دیکھی اہل سنت میں بھی اظہار محبت کے بے ہودہ اور غیر شرعی طور طریقے رائج کیے جا رہے ہیں جس کے نتیجہ میں عملی سطح سے لے کر عقیدے کی سطح تک زبردست بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے جن امور کا تذکرہ کیا ہے ان کی حیثیت "مشتے نمونہ از خروارے" کی ہے، ورنہ اس کے علاوہ سینکڑوں دیگر خرافات ہیں جن کے ذکر کے لیے ایک دفتر چاہیے۔ یہاں پہنچ کر ایک سوال یہ بھی اٹھتا ہے کہ آخر لوگ اس طرح کے خرافات میں اس قدر دلچسپی کیوں لیتے ہیں؟ اور کیوں جب علمائے کرام اپنے بیانات میں ان خرافات کی تردید کرتے ہوئے ان کے خوفناک نتائج سے ڈراتے ہیں تو لوگ دشمنی کی حد تک مخالفت پر اتر آتے ہیں؟؟۔ جب آپ اس پر سنجیدگی سے غور کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اس کے پیچھے صرف اور صرف "آمدنی" کا تصور اپنا کام کر رہا ہے، اور ظاہر سی بات ہے جو چیز بآسانی حصول مال و زر کا ذریعہ ہو اسے لوگ کیوں کر چھوڑنے چلے۔ تعزیہ، براق، حسین گھوڑا اور الاؤ یہ آمدنی کے ایسے ذرائع ہیں جس میں صرف دس دن کی قلیل مدت میں لاکھوں روپیہ کی آمد ہو جاتی ہے، کئی کلو چاندی، نقدی، کنٹل کے حساب سے شیرینی، اب آپ خود ہی اندازہ کیجیے کہ جن لوگوں کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ محلے کی مسجد میں دو وقت کی نماز ادا کر سکیں، دینی جلسوں میں دو گھنٹے کا وقت دے سکیں، آخر وہ کون سا محرک ہے جو انہیں لوگوں کو دس روز تک تمام کاروبار سے دستبردار ہو کر ان خرافات میں سرگرداں رکھتا ہے؟ یہ سوچنے والی بات ہے۔ افسوس کہ مال و زر کی ہوس نے دین کا کھلواڑ بنا کر رکھ دیا ہے۔ محبت کا اظہار اس طرح بھی تو ہو سکتا ہے کہ: دس روز تک ہر نوجوان نماز کی پابندی کرے۔ روزانہ ایک پارے کی تلاوت کر کے اس کا ثواب امام پاک کی روح کو نذر کرے۔ خواتین دس دنوں تک پردے کا خاص خیال رکھیں۔ محتاجوں اور یتیموں کو علی اصغر کی خیرات تقسیم کریں۔ مگر افسوس امام حسین اور اہل بیت رسالت کے ساتھ اظہار محبت کے ان اسلامی طریقوں کو چھوڑ کر۔

یہ امت خرافات میں کھو گئی!

# علامہ ارشد القادری ایک ہمہ جہت شخصیت

محسن رضا ضیائی

**اہل سنت** وجماعت کی یہ خوش نصیبی رہی کہ اللہ رب العزت نے بیسویں صدی جو انتشار وبکھراؤ، آپسی اختلاف واضطراب اور اہل سنت وجماعت پر آفتوں کا دور تھا، میں دین وسنیت کی حفاظت، قوم وملت کی قیادت اور باطل افکار ونظریات کے انسداد کے لیے علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کو شرف ورود بخشا۔

بانیِ مساجد ومدارس کثیرہ قائد اہل سنت، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ ایک انقلاب آفریں، ہمہ جہت اور عالم گیر شخصیت کے حامل تھے۔ اس کے علاوہ آپ بیسویں صدی اواخر کے ایک متبحر عالم دین، بے باک مناظرو متکلّم، محقق و مدبر، ممتاز فقیہ، عمدہ خطیب و واعظ، دور اندیش مفکر، ماہر تعلیم، مصنف ومولف، کہنہ مشق شاعر وادیب، ممتاز قلم کار، عظیم مصلح اور اعلیٰ پایے کے منتظم ہونے کے ساتھ ساتھ داعیانہ فکر وکردار کے حامل اور متحرک وفعال مبلغ اسلام بھی تھے۔ احقاق حق وابطال باطل آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ اللہ پاک نے آپ کو ان گنت علوم وفنون، صلاحیت واستعداد اور بے پناہ قابلیت سے نوازا تھا۔ مزید یہ کہ آپ گوناگوں اوصاف ومحاسن کے مالک بھی تھے۔ ہمہ وقت دینی، علمی، ملی، سماجی، تعمیری اور رفاہی کاموں میں مستعد و سرگرم عمل رہتے تھے۔ آپ کی پوری زندگی زہد وتقویٰ، اتباع شریعت اور حق پر ثبات قدمی سے عبارت رہی۔ ایک طویل عرصے تک آپ درس وتدریس سے بھی وابستہ رہے۔ بعد ازاں تذکیر وموعظت، تصنیف وتالیف اور علمی، فکری اور اصلاحی خطابات سے رشتہ استوار رکھا۔ نہایت ہی انہماک وخلوص کے ساتھ پوری زندگی دین وسنیت، تصوف وطریقت اور اہل سنت کے قدیم ومتوارث عقائد ونظریات کی ترویج واشاعت کا فریضہ بہ طریقِ احسن انجام دیتے رہے۔ بے شمار مساجد ومکاتیب اور جامعات تنظیموں کے آپ روحِ رواں اور بانی بھی ہیں۔ ماضی قریب کی تاریخ میں جماعت اہلِ سنت میں تعمیری ورفاہی سرگرمیوں اور کارکردگیوں کے لحاظ سے آپ کی شخصیت سرفہرست ہے۔ ہندو بیرون ہند میں کئی ایک مدارس وجامعات اور مساجد کے ساتھ ساتھ تحریکات وتنظیمات کے آپ بانی وسربراہ بھی ہیں جو آپ کی مستعدی اور بیدار مغزی کا ایک کھلا اور بین ثبوت ہے۔ اس سے بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ خدمتِ دین وسنیت کی خاطر آپ کے جذبات واحساسات اور نیک عزائم کتنے بلند تھے جو سب کچھ کرگزرنے کا حوصلہ اور جذبہ رکھتے تھے۔ آپ کی زندگی میں بے شمار نشیب وفراز بھی آئے، نہ جانے کتنی پرخار وادیوں اور مشکل گزار گھاٹیوں کو آپ نے طے فرمایا لیکن آپ کے پایۂ استقامت میں ذرہ برابر بھی لغزش نہیں آئی۔ ہر طرح کی مصیبتوں اور صعوبتوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ سہتے رہے لیکن کبھی بھی کسی بھی وقت حرف شکایت زبان پر نہیں لائے۔ یہیں وہ تمام چیزیں تھیں، جن کی وجہ سے اہل سنت وجماعت کی سربرآوردہ شخصیات نے آپ کو ایک عظیم لقب "قائدِ اہلِ سنت" سے نوازا۔

**آپ بہ حیثیت مصنف:** مختلف موضوعات وعنوانات پر آپ نے خامہ فرسائی بھی فرمائی۔ بے شمار کتب ورسائل آپ کی قلمی صلاحیت اور ادبی مہارت کے شاہدِ عدل ہیں۔ آپ کی تقریباً دودرجن کتابیں ہیں، جن میں زلزلہ، زیروزبر، لالہ زار، دعوت انصاف، تبلیغی جماعت، جماعتِ اسلامی، تعزیراتِ قلم، علماے دیوبند، مسئلۂ ختم نبوت، تفسیرِ ام القرآن، لسان الفردوس (عربی)، محفلِ حرم، دو یتیموں کا خون، نقشِ کربلا، پہلی ملاقات، دل کی آشنائی، دل کی مراد، نقشِ خاتم، دہلی سے سہارن پور کا سفر، آئیے حج کریں اور دربار کا ہیرا شامل ہیں۔ لیکن مذکورہ کتب میں سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت زلزلہ اور زیروزبر کو حاصل ہوئی، جو اپنی شستہ، سلیس زبان، عمدہ اسلوب اور معیاری تحریر کی وجہ سے علمی وادبی حلقوں میں اپنا منفرد مقام رکھتی ہیں۔ آپ کی ان ہی کتابوں نے جہاں باطل حلقوں میں کہرام مچایا تو وہیں سنی حلقوں میں ایمان وعقیدے کی روح پھونکنے کا کام سرانجام دیا۔ اس کے علاوہ آپ نے متعدد کتب پر پیش لفظ اور مقدمے بھی تحریر فرمائے۔ آپ کی ان تصنیفات وتالیفات کے اپنے تو اپنے اغیار بھی معترف ہیں۔ دیوبند سے شائع ہونے والے ماہ نامہ

تجلی کے مدیر مولوی عامر عثمانی نے آپ کی مایہ ناز کتاب "زلزلہ" پر تبصرہ کرتے آپ کی علمی صلاحیت اور ادیبانہ تحریر کا اعتراف کیا۔اسی طرح مولانا مودودی اور جماعت اسلامی پر نقل واستدلال کی روشنی میں لکھی گئی کتاب "جماعت اسلامی" پر مولوی ابواللیث نے خوب جم کر قصیدہ خوانی کی۔

آپ کی کتابیں دلائل وبراہین سے پُر اورادبی حلاوتوں سے بھرپور ہیں، جن سے اہلِ باطل جواب دینے میں بغل جھانکتے ہیں اور جواب نہ بن پڑنے پر بے بنیاد الزامات عائد کرتے ہیں۔

تاجدار مارہرہ حضرت سید شاہ حیدرحسن میاں برکاتی علیہ الرحمۃ اہلِ باطل کے خیموں میں ہلچل مچادینے والی آپ کی تحریروں کے متعلق لکھتے ہیں:

**"جامِ نور کے اسلوب تحریر اور طرز استدلال کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ کفر کو تڑپا تڑپا کر قتل کرتا ہے، لیکن قلم کی تلوار پر خون کا ایک دھبا بھی نظر نہیں آتا ہے"۔**

## آپ بہ حیثیت قائد:

آپ ایک دوراندیش مفکر اور قوم وملت کا درد رکھنے والے ایک عظیم قائد بھی تھے، جنہوں نے آپسی چپقلش اور گروہی کشمکش کے نازک حالات میں امتِ مسلمہ کی جو قیادت وسرپرستی فرمائی ہے، وہ تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔آپ اٹھنے والے فتنوں اور ہونے والے واقعات کے دوررس نتائج نکال لیتے اور اسی کے مطابق مثبت اقدامات فرماتے۔آپ کے عہد کے بڑے بڑے علما اور دانشوران نے آپ کی اسی مفکرانہ اور قائدانہ شخصیت کا لوہا مانا ہے۔

آپ کے اندر قوم وملت کے تئیں اس قدر جذبات واحساسات جاگزیں تھے کہ آپ ہمیشہ جماعتی اور ملی اختلاف وانتشار سے دور رہتے اور علما ومشائخ میں اتحاد وصلح کے لیے حتی المقدور کوشش فرماتے۔آپ دین وسنیت میں کسی بھی طرح کا فساد وفتنہ برداشت نہیں کرتے تھے، بل کہ فوراً ہی اس کا تدارک فرماتے۔**آپ اپنے استاذِ مکرم جلالۃ العلم حضور حافظ ملت الشاہ عبدالعزیز مرادآبادی ثم مبارک پوری علیہ الرحمہ کے اس قول "اتحاد زندگی ہے اور اختلاف موت" کی سچی عملی تصویر تھے۔آپ کے مزاج وطبیعت میں کام کام کام، انتار چا بسا تھا کہ آپ اس سے ہٹ کر کچھ کرنا گوارا نہیں کرتے تھے۔** اس کے علاوہ اگر آپ جماعتی سطح پر اہلِ سنت وجماعت کی سربرآوردہ شخصیات کو اپنے مزاج سے علاحدہ اور جداگانہ پاتے تو بے باکانہ طور پر ان کا محاسبہ فرماتے۔

آپ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا قادری ازہری میاں علیہ الرحمۃ کو لکھے گئے اپنے ایک خط میں دردِ سنیت وکربِ ملت کا کچھ اس طرح اظہار فرماتے ہیں:

"آپ سے ملاقات کو ایک عرصہ ہوگیا۔اور اس کی وجہ ہے کہ ہم لوگوں کے درمیان جماعت کی مشترک ضرورتوں کے تحت اتفاق سے اسٹیج پر ملاقات ہوبھی گئی تو بات علیک سلیک اور مزاج پرسی سے آگے نہیں بڑھ سکی۔آپ گہرائی میں اتر کر سوچیے کہ دس بارہ کروڑ افراد کی جماعت جن لوگوں کی سربراہی میں ملک کے اندر سواد اعظم کی حیثیت رکھتی ہو،اسے باعزت طور پر زندہ رکھنے کے لیے اس جماعت کے سربراہوں پر جلسہ اور پیری مریدی سے آگے بھی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے یا نہیں؟آدمی تنہا ہو تو ایک ذات کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، لیکن جن لوگوں کے ساتھ لاکھوں اور کروڑوں افراد کا قافلہ ہو،انہیں اپنے قافلے کو زندہ رکھنے کے لیے کتنے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔یہ بات کسی دانشور سے مخفی نہیں۔لیکن میں کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ بریلی سے لے کر کچھوچھہ تک، جبل پور سے مبارک پور اور بمبئی تک، اہلِ سنت کے سارے علما اور مشائخ (الاماشاء اللہ) صرف جلسہ وجلوس اور پیری مریدی کے اسیر ہوکر رہ گیے۔کوئی بھی اس رخ پر نہیں سوچ رہا ہے کہ ہمارے داخلی اور خارجی مسائل کیا ہیں؟ طاقت ور دشمنوں کے بیچ میں ہماری مسجدیں، ہمارے مدرسے اور ہماری درسگاہیں کیوں کر محفوظ رہیں گی"؟[1]

آپ کے اس خط سے بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جماعتِ اہلِ سنت کے تئیں آپ کے اندر کس قدر درد وکرب، جذبہ وخلوص اور ایثار موجود تھا۔

گویا آپ نے ہر محاذ اور ہر موڑ پر قوم وملت کی فکری، اعتقادی اور عملی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔

**آپ بہ حیثیت مناظر:** آپ ہر میدان کے ماہر وشہسوار بھی تھے، قلم وقرطاس کے میدان کی بات ہو تو اس میں بھی آپ منفرد المثال اور یکتائے روزگار کی حیثیت رکھتے تھے، میدانِ مناظرہ کا بھی کیا کہنا، لاکھ جذبات واحساسات کے عالم میں بھی اپنے حریف سے اس قدر تہذیب وشائستگی کے ساتھ علمی بحثیں کرتے اور دلائل وبراہین کے وہ انبار لگا دیتے کہ فریقِ مخالف زیر ہوجاتے اور شکست وہزیمت ان کا مقدر بن جاتا۔آپ نے کئی ایک مناظرے کیے اور سبھی میں فتح وکامرانی نے جھک کر آپ

کے قدموں کو چوما۔ مناظروں میں آپ کی فتح و کامرانی کا راز آپ کی سنجیدہ گفتگو، حاضر دماغی، اور علمی، تحقیقی اور الزامی جوابات میں مضمر تھا۔

آپ کئی ایک مناظروں میں بحیثیت مناظر تشریف لے گیے اور سب ہی میں فاتحانہ شان و شوکت اور اہلِ سنت وجماعت کی سرخروئی کے ساتھ لوٹے۔ کچھ مناظرے آپ کی مناظرانہ شخصیت اور علمی وجاہت کی یادگار ہیں، جن میں خاص طور پر کٹک چھپرا، امراوتی، مندسور اور دھنباد وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

**آپ بہ حیثیت شاعر:** اسی طرح آپ نے شاعری کے میدان میں بھی طبع آزمائی فرمائی اور ایک اچھے اور بہترین شاعر بھی کہلائے۔ آپ کی شاعری اچھے افکار و تخیلات سے پر ہوتی تھی۔ "اظہارِ عقیدت" جو آپ کا مجموعۂ کلام ہے اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طرزِ شاعری اور اندازِ فکر دیگر شعرا سے علاحدہ اور جداگانہ ہے۔ آپ مکمل طور پر عشق و وارفتگی میں ڈوب کر نعتیہ اشعار لکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں جذب و کیف، سوز و گداز اور عشق و وارفتگی کا رنگ صاف جھلکتا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آقا نبی کریم ﷺ سے آپ کو کس قدر لگاؤ اور والہانہ عشق تھا۔

آپ کے نعتیہ کلام کے چند شعر بہ طور نمونہ ہدیۂ قارئین ہیں:

بہر دیدارِ مشتاق ہے ہر نظر
دونوں عالم کے سرکار آجائیے
چاندنی رات ہے اور پچھلا پہر
دونوں عالم کے سرکار آجائیے

شامِ غربت ہے اور شہر خاموش ہے
ایک ارشدؔ اکیلا کفن پوش ہے
خوف کی ہے گھڑی وقت ہے پر خطر
دونوں عالم کے سرکار آجائیے (۱)

ان کی دہلیز پہ رکھ دو تو جبیں بھر نہ اٹھے
عالمِ شوق میں ایسا کوئی سجدہ ہوجائے
دیکھئے ڈوب ہی جائے نہ بے چارہ ارشدؔ
اب تو سرکار مدینہ سے اشارہ ہوجائے (۲)

اپنے مستوں کی بھی کچھ تجھ کو خبر ہے ساقی
محفل کیف تری زیروزبر ہے ساقی
جب سبھی کچھ ہے تو خیرات لٹادے ساقی
چشم مخمور سے پھر جام پلادے ساقی (۳)

آپ کے ان اشعار میں زبان وادب کی بھرپور رعایت، فکر و تخیل کی شفافیت اور عشقِ نبوی ﷺ کی حلاوت کو حد درجہ محسوس کیا جاسکتا ہے۔

جس پہلو اور جس زاویے سے بھی دیکھا جائے تو آپ کی شخصیت ممتاز و نمایاں نظر آتی ہے۔

**آپ بہ حیثیت داعی و مبلغ:** آپ نے بے شمار دینی، دعوتی اور تبلیغی اسفار بھی فرمایا اور جہاں تشریف لے کر گیے وہاں لوگوں میں ایمان و عقیدے کی روح پھونکنے کا کام کیا اور تنِ تنہا تشریف لے جاتے مگر آپ کی داعیانہ فکر و بصیرت اور ہمہ جہت شخصیت سے متاثر ہوکر سیکڑوں کا قافلہ آپ کے ساتھ رواں دواں ہوجاتا۔ مجروح سلطان پوری کی زبان میں۔

میں تو اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ آتے گیے کارواں بڑھتا گیا

آپ کی دعوت و تبلیغ میں بے انتہا خلوص وللّٰہیت پایا جاتا تھا ،جس کے سبب لوگ دور دراز مقامات سے جوق در جوق آکر آپ کی دعوت پر لبیک کہتے اور اگر کوئی بد عقیدہ ہوتا تو وہ اپنے فاسد عقائد و نظریات سے تائب ہوجاتا اور اگر بدمذہب ہوتا تو وہ دامنِ اسلام سے وابستہ ہوجاتا۔

**آپ بہ حیثیتِ بانی و مؤسس:** آپ نے دین وسنیت کی ترویج واشاعت کے لیے ملک وبیرون ملک میں متعدّد مساجد ومدارس، دینی تنظیمیں اور ادارے قائم فرمائے۔ جن سے یہ نتیجہ نکالنا نہایت ہی آسان ہے کہ علامہ دین وسنیت کے لیے کس قدر کوشاں اور مستعد وسرگرم عمل رہتے تھے۔ یہاں ان کا ایک خاکہ نذر قارئین کیا جارہاہے۔

**تعلیمی ادارے:** اسلامک مشنری کالج، انگلینڈ، جامعہ مدینۃ الاسلام (ہالینڈ)، دارالعلوم علیمیہ (سرینام امریکہ)، مدرسہ فیض العلوم (جمشید پور)، جامعہ حضرت نظام الدین اولیا (دہلی)، دارالعلوم ضیاء الاسلام (ہوڑہ)، دارالعلوم مخدومیہ (گوہاٹی)، مدرسہ مدینۃ العلوم (بنگلور)، مدرسہ مفتاح العلوم (راوا کیلا)، مدرسہ اسلامی مرکز (رانچی) مدرسہ مظہر حسنات (رام گڑھ)۔۔۔۔۔۔۔ (باقی ص: ۳۸ پر)

# تاج الشریعہ
# یادوں کے آئینے میں

مفتی محمد قمر الحسن قادری

۲۰؍ جولائی ۲۰۱۸ء/۶؍ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ جمعۃ المبارکہ کا دن پورے عالمِ اسلام کے لیے عموماً اور برِ صغیر کے لیے خصوصاً بڑا آزمائشی تھا جب عبقریِ زماں، یادگارِ سلف، وارثِ علومِ امام احمد رضا اِس جہانِ فانی کو خیرباد کہ کر حق کے جلووں میں گم ہوگئے، ان کے جانے سے اسلافِ کبار کا ایک تاریخی دور مکمل ہوگیا، اور پھر ان کے جنازے کا اژدحام تو ہندوستان کی تاریخ کا ایک تاریخ ساز اژدحام تھا۔ میری دانست میں اتنا کثیر مجمع ہندوستان میں اس سے پہلے کسی کے جنازے میں نہیں دیکھا گیا۔ یہ ان کے مقبول عند اللہ و عند الناس ہونے کی دلیل واضح ہے۔ نیز ان کے مغفور لہم ہونے کا مکمل ثبوت۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱)–عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: سمعت رسول اللہ ﷺ، یقول: ما من رجل مسلم یموت فیقوم علیٰ جنازتہٖ اربعون رجلا، لا یشرکون باللہ شیئًا الا شفعهم اللہ فیه.

(صحیح مسلم، ص: ٤٠٤، حدیث نمبر ٩٤٨)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، انھوں نے ارشاد فرمایا: جو بھی مسلمان انتقال کر جائے اور اس کے جنازے پر چالیس افراد جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کچھ بھی شریک نہیں کرتے، اس مردے کے بارے میں شفاعت کریں (دعا کریں) تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے۔

(۲)–عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها عن النبی ﷺ قال: ما من میت تصلی علیه امة من المسلمین یبلغون مائةً کلهم یشفعون له الا شفّعوا فیه.

(ایضاح، ٩٧٤)

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بھی مردہ، اس پر مسلمانوں کے گروہ نے نماز پڑھی جو سو ہوں، اور یہ سارے اس کے لیے شفاعت کر دیں (یعنی دعا کر دیں) تو ان کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

ان دونوں احادیث مبارکہ کے تناظر میں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے جنازے پر غور کیا جائے کہ یہاں صرف چالیس یا سو نہیں بلکہ لاکھوں لوگ دعاے مغفرت کر رہے ہیں اور صرف عامۃ المسلمین نہیں بلکہ علما، حفاظ، قرا، زہاد، مرتاض، اتقیا، عرفا کون کون ہیں؟ تو اب ان کی مغفرت اور بخشش کی سند یہیں سے مکمل ہو جاتی ہے۔ اتنے لوگوں کا جنازے میں حاضر ہونا، دعا کرنا اور ربِ کریم کی بارگاہ میں شفاعت کرنا بفحواے حدیث پاک مقبول و ماجور ہے۔ اس انبوہِ کثیر کا اجتماع خداوند قدوس کی بارگاہ میں ان کی وجاہت اور مقبولیت کی دلیل ہے۔ کیوں کہ رب تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی قبولیت مخلوق کے دلوں میں اتار دیتا ہے۔ جب وہ خود اور اس کے فرشتے اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کی قبولیت اور محبت زمین والوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے، جس پر نیاز مندی کے ساتھ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ نبیِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۳)–عن أبي هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال: إذا أحب اللہ العبد نادی جبریل، إن اللہ یحب فلانا فَاَحْبِبه، فیحبه جبریل . فینادی جبریل في أهل السماء، إن اللہ یحب فلانا فَاَحبوه ، فیحبه اهل السماء ثم یوضع القبول في الأرض.

(صحیح بخاری، ص: ٥٧٤، حدیث نمبر: ٣٢٠٩)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو محبوب بنا لیا تو جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، تو جبریل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر جبریل علیہ السلام آسمان والوں کو بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، تم سب بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے (جملہ فرشتے) اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کی قبولیت زمین پر اتار دی جاتی ہے (اور لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں)

اِن تین احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں یہ بات خود طے ہوگئی کہ دنیا جو کھنچی ہوئی تاج الشریعہ کے یہاں پہنچی، در اصل وہ وہی قبولیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں ڈال دی ہے۔ اب اس کو دیکھیے کہ حضرت تاج الشریعہ بذات خود کتنے مرتاض اور عزیمت پر عمل فرمانے والے تھے۔ حضور مفتیِ اعظم کے بعد برصغیر کے خوش عقیدہ مسلمانوں کی نگاہ میں حضرت ازہری میاں علیہ الرحمۃ کی شخصیت ان کا ایک عکسِ جمیل بن گئی تھی۔ چہرہ مہرہ، زہد و تقویٰ، شریعت پر عمل داری اور دینی خدمات کے جو بھی جلوے تھے وہ در اصل سیدی مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے عکوس تھے۔ اس لیے جب مفتیِ اعظم کا جمال و کمال، زہد و تقویٰ اور چہرہ بشریٰ دیکھنے کا دل چاہتا تو شائقین آپ کی زیارت کرتے اور فیض پاتے۔ میں اپنے ذاتی مشاہدات سے کچھ عرض کروں گا۔ حضرت کی نوازشات اور شفقتیں مجھ خاکسار پر بھی تھیں اور میں نے ان کو قریب سے دیکھا ہے۔

**ٹکیہ پاڑہ، مغربی بنگال میں:** ۱۹/ اگست ۱۹۸۸ء/ ۵/ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ جمعہ کو حضرت ان دنوں کلکتہ میں جلوہ بار تھے۔ کلکتہ آتے تو ٹکیہ پاڑہ میں ضرور تشریف لاتے۔ دار العلوم ضیاء الاسلام، ٹکیہ پاڑہ مغربی بنگال کا معیاری ادارہ تھا۔ اراکین ادارہ خانوادہ رضویہ کے نیاز مند مرید تھے۔ اس بار جب تشریف لائے تو حضرت کو دعوت دی گئی کہ جمعہ کی نماز اگر حضرت جامع مسجد ٹکیہ پاڑہ میں ادا فرمائیں تو لوگوں کی نگاہیں زیارت سے ٹھنڈی ہوں۔ لوگوں کا اصرار ہے کہ آپ جمعہ کی امامت فرمادیں۔ عرض قبول ہوئی۔ میں چوں کہ جامع مسجد کا امام تھا، اپنے وقت پر مسجد پہنچ کر میں نے تقریر شروع کردی۔ حضرت کی تشریف آوری میں قدرے تاخیر ہوئی مگر جمعہ کی نماز کے وقت تشریف لائے، نماز پڑھائی، سنتوں کے بعد سلام ختم ہوا تو اعلان فرمایا کہ:

"میں مولانا قمر الحسن کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، رضویہ کی مکمل اجازت دیتا ہوں اور ان کو خلافت دیتا ہوں۔" وغیرہ۔

میں ششدر رہ گیا، کیوں کہ یہ بہت غیر متوقع تھا۔ میں سوچتا رہا کہ میرے اندر وہ بات نہیں جو اس کو سنبھال سکے، مگر حضرت نے تسلی عطا فرمائی، دعاؤں سے نوازا، پھر ممبر پر جلوہ بار ہوئے اور لوگ جوق در جوق دست بوسی کے لیے آگے بڑھ رہے تھے۔ احباب نے مبارک باد دی، بڑوں نے دعائیں دیں۔ ہمارے ایک عالم دوست نے کہا کہ مولانا قمر صاحب! سیدی اعلیٰ حضرت کے خانوادۂ کرم سے اتنی بڑی نوازش آپ کو بغیر طلب کے مل گئی، آپ اللہ کا شکر ادا کیجیے۔

ع: شاہاں چہ عجب گر بہ نوازند گدارا

پھر جب تک ٹکیہ پاڑہ میں رہا حضرت کی تشریف آوری ہوتی، کلکتہ میں شرف، ملاقات سے بہرہ ور ہوتا اور سندِ خلافت و اجازت بریلی شریف پہنچ کر ارسال فرمایا جب کہ عمامہ مبارکہ ۹/ ستمبر ۱۹۸۸ء/ ۲۶/ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ بروز جمعہ بھدرک اسٹیشن پر ایک پروگرام سے واپسی پر عطا فرمایا۔ فالحمد للہ علیٰ کرمہ۔

**ہزاری باغ، بہار میں:** ۱۹۸۵ یا ۱۹۸۶ء میں بلبلِ بنگال حضرت مولانا قمر الدین نعیمی صاحب علیہ الرحمۃ نے پروگراموں کا ایک سلسلہ ترتیب دیا تھا جس میں ہزاری باغ کا پروگرام بھی تھا اور حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ کی بھی تشریف آوری تھی۔ مدرسہ گلشنِ حسین کا گراؤنڈ سامعین سے بھرا ہوا تھا۔ اس لمبے چوڑے میدان میں بس سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ علما کی بھی خاصی طویل فہرست تھی، فقیر راقم الحروف کو تقریر کرنے کا وقت دیا گیا۔ تقریر ہوئی اور ادھر حضرت ازہری میاں تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ اسٹیج پر رونق افروز ہوئے تو اسٹیج کی رونق ہی بدل گئی۔ ہر نظر آپ ہی کے چہرے پر مرتکز ہوجاتی، تقریری سلسلہ موقوف کردیا گیا۔ مرید ہونے والوں کی ایک طویل لائن، محسوس ہوتا تھا کہ یہ ہزاروں کا مجمع سب ہی داخلِ سلسلہ ہونا چاہتے ہیں، پھر چادروں میں چادریں جوڑ کر مجمع میں پھیلا دی گئیں اور حضرت نے سب کو توبہ کرائی اور داخلِ سلسلہ کرلیا۔

**کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست:** پروگرام ہوگیا تو بعد میں بلبلِ بنگال علیہ الرحمۃ نے یہ خبر سنائی کہ رات ایک عجیب بات ہوئی، جب حضرت لوگوں کو داخلِ سلسلہ فرمارہے تھے تو ایک دیوبندی مولوی بھی کھڑا ہوکے یہ منظر دیکھ رہا تھا، بعد میں اس نے آکر توبہ کرلی اور ایمان لایا اور داخلِ سلسلہ ہوا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کیا دیکھا کہ اپنے مذہب سے بیزاری ظاہر کررہے ہو تو اس نے بتایا کہ "رات کو میں نے حضرت کا چہرہ دیکھا تو انوار کی بارش ہورہی تھی۔ میرے دل میں ایک کیفیت پیدا ہوئی کہ ایسا پرنور چہرہ کسی جھوٹے مذہب کے پیروکار کا نہیں ہوسکتا۔ یقیناً ان کا مذہب صحیح ہے اس لیے میں نے توبہ کرلی۔

جن کا چہرہ خود دلیلِ معرفت
عارفوں کا رہنما جاتا رہا (قمر بستوی)

**ممبئی مہاراشٹر میں:** لیبیا سے واپسی کے بعد میں ممبئی میں رہا۔ یہیں دینی خدمات میں مصروف رہا، دار العلوم محبوب سبحانی، کرلا میں تدریس اور اسٹیشن روڈ کی مسجد میں امامت و خطابت۔ حضرت کا اکثر دورہ

ممبئی کا ہوتا رہتا تھا۔ ۱۹۹۱ء میں خلیج کی جنگ چھڑ گئی، عراق تنہا اور اتحادی قوتیں یلغار کر رہی تھیں۔ اس وقت بغداد شریف سے بعض سیاسی اہل کار ممبئی آئے، ان میں بعض اشراف سے تھے۔ ایک بزرگ تھے ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ سجادگان میں سے ہیں۔ ممبئی میں مختلف پروگرام ہوئے، اہلِ سنت نے کھل کر عراق کی حمایت کی۔ انھیں دنوں حضرت تاج الشریعہ ممبئی پھر تشریف لائے، علما اور خاص طور سے رضا اکیڈمی کے اہل کاروں نے ایک بیان حضرت کی طرف سے تحریر کروایا اور وفد کی شکل میں لے جا کر جنرل قونصل کو دیا۔

جب حضرت نے اپنا بیان عربی میں لکھا تو اس کی تبییض کے لیے مجھ کو کرلا سے بلوایا۔ میں نے اس کی تبییض کی اور پھر وفد کے ساتھ قنصل خانہ گئے۔ قنصلر نے اس کی تحسین کی، کیوں کہ اس کی عربی بہت مرصع اور بلیغ تھی، اس نے سب کا شکریہ ادا کیا، حضرت نے اس سے عربی میں دیر تک گفتگو کی، پھر ہم لوگ واپس آئے۔

یوں تو ممبئی کا بچہ بچہ سنی گھرانے کا ان کا نیاز مند مگر رضا اکیڈمی کا حال سب میں اعلیٰ۔ ۱۹۹۲ء میں جب جشن صد سالہ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ منایا گیا تو تین دن تک یہ کانفرنس جاری رہی، اس وقت اسٹیج علمائے کرام اور اسکالرس سے بھرا ہوا تھا اور حضرت کی کرسی سب سے اوپر پچھلی رو میں ہوتی تو گلاب کی طرح سے کھلتا ہوا چہرہ اور انوار کی بارش دیدنی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پورے مجمع کا حسن سمٹ کر ان کے قدموں میں آگیا ہو۔

یک چراغی ست دریں خانہ کہ از پرتوِ آں
ہر کجا می نگری انجمنی ساختہ اند

**ہوسٹن امریکہ میں:** میں جب امریکہ آیا تو اسی وقت سے یہ ارادہ کرتا تھا کہ حضرت تاج الشریعہ کو امریکہ بلانا ہے، چناں چہ ایک طویل عرصے کے بعد ان کی آمد ۱۹۹۹ء میں ہوئی۔ میں نے پوری توانائی لگا دی کہ آپ کو بلوانا ہے۔ آپ تشریف لائے، اس وقت النور سوسائٹی آف گریٹر ہوسٹن کی طرف سے امریکہ کی اہلِ سنت و جماعت کی مرکزی جامع مسجد ''مسجد النور'' میں دو روزہ عظمتِ مصطفیٰ کانفرنس کا اہتمام کیا تھا۔ یہ کانفرنس دو روز تک چلتی رہی، جس میں مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں صاحب، محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب، ادیبِ شہیر مولانا بدر القادری صاحب اور مقامی علما نے شرکت کی۔ حضرت تاج الشریعہ کی صدارت میں دو روز کا پروگرام بحسن و خوبی انجام پزیر ہوا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت نے اپنا آدھا گھنٹہ کا خطاب فرمایا جو انگریزی زبان میں تھا۔ حضرت کی مصروفیات یوں تھیں:

(۱)- مقامی علما نے معروضہ پیش کیا کہ چاند کے مسئلے کے حل کے لیے قمر الحسن کو اس کی ذمہ داری دی جائے اور ان کو چیف قاضی بنایا جائے۔ حضرت نے انشراحِ صدر سے قبول فرمایا اور حضرت علامہ قمر الزماں صاحب قبلہ نے اس کا اعلان کر دیا۔ علما نے اس قرار داد پر اپنے دستخط ثبت کر دیے اور حضرت تاج الشریعہ نے چیف قاضی کی ذمہ داری اس حقیر (محمد قمر الحسن قادری) کو، نائب قاضی کا منصب مولانا مفتی احمد القادری کو عطا کر کے سند بھی جاری فرما دی۔ یہ امریکہ کے سنی عوام کے لیے ایک ایسا نیک شگون تھا جس نے شمالی امریکہ کے سنی عوام کو ایک پلیٹ فارم فراہم کر دیا۔ آج رویتِ ہلال کمیٹی آف نارتھ امریکہ، شمالی امریکہ، کنیڈا اور کریبین جزائر و نیز جنوبی امریکہ تک موثر ہے اور لوگ اس کمیٹی کے اعلان پر اپنے اسلامی امور انجام دیتے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ کرمہ۔

(۲) ہمارے یہاں النور مسجد میں جمعہ کو شام کے وقت درسِ قرآن و حدیث ہوتا ہے، میں نے عرض کیا کہ اگر جمعہ کا درس حضرت بیان فرمادیں تو عوام کا فائدہ ہوگا اور لوگ خوش بھی ہوں گے۔ چناں چہ آپ نے ۹/ جولائی ۱۹۹۹ء/ ۲۶/ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ کا درس دیا اور سورہ ''الم نشرح'' کی مختصر مگر بہت جامع تفسیر بیان فرمائی جس کو میں نے محفوظ کر لیا اور اب وہ شائع ہو چکی ہے۔

(۳) امریکہ میں دورانِ قیام میں نے اپنے ایک فتویٰ پر تقریظ لکھنے کے لیے گذارش کی تو حضرت نے اس کو بھی قبول فرمایا ''افضلیت مصطفیٰ ﷺ'' اب کتابی شکل میں رضوی کتاب گھر سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کو آپ نے دیکھا، جہاں ضرورت محسوس ہوئی اس میں اصلاح فرمائی، یہ میرے لیے اعزاز کی بات تھی۔ چوں کہ آپ کا قیام تین ہفتے تک میرے غریب خانے پر تھا، اس لیے استفادہ کا خاصا موقع ملا۔

آپ بڑے شفیق اور خورد نواز تھے، ان تین ہفتوں میں آپ کی عنایتیں حیطۂ تحریر سے باہر ہیں، میں نے انڈیا میں ''تنظیم الرضا اہلِ سنت و جماعت'' اپنے علاقے میں قائم کی ہے، جو بحمد للہ بہت موثر اور عمدہ کام کر رہی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور: میں نے ایک تنظیم ایسی ایسی قائم کی ہے، میری خواہش ہے کہ حضرت اس کی سرپرستی فرمائیں۔ آپ نے قبول فرمایا اور دعائیں بھی دیں۔

**نوازشات:** آپ کا معمول تھا کہ جہاں بھی جاتے تو نماز کے اوقات اور جہت قبلہ خود ہی تخریج فرماتے اور اس پر عمل کرتے، یہاں ہوسٹن میں بھی وہی حال تھا، ایک دن مجھ سے پوچھا اوقاۃ الصلاۃ اور سمتِ قبلہ کی تخریج کا طریقہ معلوم ہے؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا! بیٹھو، میں تم کو بتاتا ہوں، پھر کیلکولیٹر نکالا اور سمجھانا شروع کیا، پھر مجھ سے فرمایا کہ نکالو، میں نے کوشش کی مگر کچھ غلطیاں ہوئیں، فرمایا مشق جاری رکھو ان شاء اللہ نکال لوگے۔

ہوسٹن میں تین ہفتہ قیام رہا، جب تک رہے لوگ داخلِ سلسلہ ہوتے رہے، لوگوں کے گھروں پر نشستیں ہوتی رہیں اور شہر میں ایک بیداری کا ماحول ہو گیا۔ پھر آپ یہاں سے نزدیکی شہر ڈیلاس تشریف لے گئے، کچھ دن وہاں بھی قیام رہا۔ پھر وہاں سے نیو جرسی ہوتے ہوئے انڈیا تشریف لے گئے۔

**ایک واقعہ:** اس کے ناقل و قائل شاہد یوسف ہیں جو پہلے ہوسٹن میں ہوتے تھے اور ڈیلاس میں اپنے قرابت داروں سے بھی ملنے جایا کرتے تھے۔ جن دنوں حضرت کا ڈیلاس میں قیام تھا، ایک شخص آیا جس کی شادی ہوئے برسوں گزر گئے تھے، مگر کوئی اولاد نہیں تھی۔ جب اس نے سنا تو دعا کے لیے آیا۔ آپ نے اس کو تعویذ دیا اور فرمایا، جاؤ تمھارے یہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ شاہد یوسف کا کہنا ہے کہ جب حضرت دوسری بار ۲۰۰۰ء میں تشریف لائے تو وہ شخص حضرت سے ملنے آیا اور بچے کی خوش خبری سنائی، فالحمد للہ علیٰ کرمہ۔

دوسرا سفر ۲۰۰۰ء میں اور تیسرا سفر ۲۰۰۱ء میں ہوا۔ دوسرے سفر میں بھی فقیر کے گھر پر ہی ایک ہفتہ قیام رہا۔ مگر تیسرے سفر میں وہ ایک دوسرے صاحب کے یہاں قیام پذیر رہے مگر ایک شب کے لیے تشریف لائے۔ دوسرے سفر میں شکاگو ہوتے ہوئے ہندوستان تشریف لے گئے۔

آپ عصرِ رواں میں اسلاف کی ایسی بے داغ تصویر تھے کہ جس کی مثال عہدِ حاضر میں نہیں مل سکتی۔ آپ کے وجود سے مسلکی تشخص ممتاز تھا، آپ نے ہمیشہ عزیمت پر عمل فرمایا۔ آپ کی عزیمت کو سلام۔

ترے مقام کو انجم شناس کیا جانیں
کہ خاکِ زندہ ہے تو تابعِ ستارہ نہیں

(اقبال)

☆☆☆☆

**(ص:۳۴/ کا بقیہ)** ------ دار العلوم رشیدیہ رضویہ (بلیا)، فلاحی مرکز (جمشید پور)، دار العلوم گلشن بغداد (ہزاری باغ)، جامعہ غوثیہ رضویہ (سہارنپور)، مدرسہ مدینۃ الرسول (کوڈرما)، مدرسہ تنویر الاسلام (جمشید پور)، فیض العلوم مڈل اسکول (جمشید پور)، فیض العلوم ہائی اسکول (جمشید پور)، مدرسہ عزیز الاسلام (جمشید پور)، مدرسہ اصلاح المسلمین (جمشید پور)، مدرسہ تعمیر ملت (تلیا کرماٹانڑ)، مدرسہ امداد الحنفیہ (دمکا)، مدرسہ سراج الاسلام (مدھوپور دیوگھر)

**مذہبی تنظیمیں:** ورلڈ اسلامک مشن (انگلینڈ)، ادارۂ شرعیہ (پٹنہ، بہار) مسلم پرسنل لاء کانفرنس (سیوان، بہار) کل ہند مسلم متحدہ محاذ (رائے پور)

**مساجد کا قیام:** فیض العلوم مکہ مسجد (جمشید پور)، نورانی مسجد (جمشید پور) مسجد اہلِ سنت (کوڈرما)، مدینہ مسجد (جمشید پور)، قادری مسجد (بہار شریف)، مسجد مفتاح العلوم (راورکیلا)، مسجد غوثیہ (رانچی)، مدینہ مسجد (موسیٰ بنی)۔

ان کے علاوہ بھی دین وسنیت کے فروغ و استحکام کے لیے آپ نے انتھک سعی و کوشش فرمائی، یہاں تک کہ علما و فضلا کی ایک ایسی جماعت تیار کی جو دینی و عصری علوم و فنون اور مروجہ زبانوں سے لیس ہو کر ملکی و غیر ملکی سطح پر دینی، دعوتی اور تبلیغی خدمات بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے آج پورے یورپ و امریکہ میں اسلام کا ایک اچھا اثر و رسوخ قائم ہے، جو آپ کی مساعئ جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم علامہ کے چھوڑے ہوئے مشن کو آگے بڑھائیں جو آپ نے اپنی حیات مقدسہ میں شروع کیا تھا اور ان کے طریقہ دعوت و تبلیغ کو اپناتے ہوئے دین وسنیت کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قائدِ اہلِ سنت کے نقوشِ راہ اور طریقہ تبلیغ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

**حوالاجات:**

(۱) جامِ نور دہلی، رئیس القلم نمبر، ص:۷۲
(۲) اظہارِ عقیدت، ص:۴۵: مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور
(۳) اظہارِ عقیدت، ص:۴۸: مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور
(۴) اظہارِ عقیدت، ص:۷۲: مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور

☆☆☆☆

فکر و نظر

# اسلام میں ماہِ صفر کی حقیقت

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ہم ارباب قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔از: مبارک حسین مصباحی

نومبر ۲۰۱۸ء کا عنوان — عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس اور بعض غیر شرعی امور

دسمبر ۲۰۱۸ء کا عنوان — ہجومی تشدد سے بچنے کی تدابیر

## صفر المظفر نحوست کا نہیں بلکہ خیر و برکت کا مہینہ

**از: مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی**، صدر مفتی و شیخ الحدیث ادارۂ شرعیہ، اتر پردیش، رائے بریلی

ماہ ”صفر المظفر“ اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے، صفر عربی زبان کا لفظ ہے اس کے متعدّد معانی بیان کئے گئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:
(۱) پیٹ کے کیڑے (۲) زرد رنگ (۳) صفراوی امراض (۴) خالی ہونا (۵) اسلامی مہینوں کا دوسرا مہینہ۔

(لسان العرب ج ر ۳، ص ۳۲۹، اشعۃ اللمعات ج ر ۳، ص ۶۲۰)

**دور جاهلیت میں ماہ صفر سے متعلق فاسد خیالات:** زمانہ جاہلیت میں ماہ صفر سے متعلق اہل عرب کے درمیان مختلف قسم کے خیالات اور عجیب و غریب قسم کے توہمات پائے جاتے تھے، یہ لوگ ماہ صفر کو شگون بد اور نحوست سے تعبیر کرتے تھے، صفر سے متعلق ان کے کچھ اہم خیالات اس طرح تھے۔

(۱) بعض اہل عرب کو یہ گمان تھا کہ صفر وہ سانپ ہے جو انسان کے پیٹ میں ہوتا ہے اور بھوک کی حالت میں انسان کو ڈستا اور کاٹتا ہے بھوک کی حالت میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ اسی کے ڈسنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(۲) بعض اہل عرب کا نظریہ یہ تھا کہ صفر پیٹ کا وہ مرض ہے جس کی وجہ سے پیٹ میں درد ہوتا ہے اور یہ درد جس کے پیٹ میں ہوتا ہے، درد شدید کی حالت میں بسا اوقات اس کی جان بھی لے لیتا ہے۔

(۳) بعض عرب کے لوگوں کا خیال یہ تھا کہ صفر وہ کیڑے ہیں جو انسان کے جگر اور پسلیوں کے سرے میں پیدا ہوتے ہیں جن کی وجہ سے انسان کا رنگ بالکل پیلا ہو جاتا ہے (جس کو طب کی زبان میں یرقان کہا جاتا ہے) اور یہ خیال کرتے تھے کہ بسا اوقات یہ مرض انسانی موت کا سبب بن جاتا ہے۔

(۴) بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ صفر ایک مشہور مہینہ ہے جو محرم اور ربیع الاول کے درمیان آتا ہے اس ماہ میں بکثرت مصیبتیں، آفتیں اور بلائیں نازل ہوتی ہیں وہ لوگ اس مہینہ سے بدفالی لیتے تھے اور اسے نحوست کا مہینہ قرار دیتے تھے۔

دور جہالت میں صفر سے متعلق ان کے تمام نظریات کا ماحصل یہ تھا کہ صفر فی نفسہ بری چیز ہے اور یہ انسانی زندگی میں تکلیف و پریشانی اور مصیبت والم کا سبب بنتی ہے چونکہ زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ ماہ صفر کو منحوس، بدشگون اور نحوست والا مہینہ سمجھتے تھے اور اس سے متعلق طرح طرح کے خیالات اور توہمات ان کے دل و دماغ اور ذہن و فکر میں قائم ہو چکے تھے، مذہب اسلام نے ان کے ان تمام توہمات کو یکسر باطل قرار دیا، ان کے باطل نظریات اور خیالات فاسدہ کی تردید کی اور ماہ صفر کو ”صفر المظفر“ ”صفر الخیر“ نام سے موسوم کیا اور اسے کامیابی و کامرانی اور

خیر و بھلائی کا مہینہ قرار دیا تاکہ مسلمان دور جاہلیت کی طرح اسے شر و آفت اور آلام و مصائب کا مہینہ نہ سمجھیں بلکہ کامیابی با مراد خیر کا مہینہ تصور کریں اور صدیوں سے جو جاہلانہ خیالات رائج تھے وہ مسلمانوں کے ذہن وفکر سے نکل جائیں۔

لیکن افسوس صد افسوس چودہ سو سال کا طویل عرصہ گزر جانے اور مذہب اسلام کی اتنی صاف و شفاف اور واضح تعلیمات کے باوجود بھی ماہ صفر سے متعلق دور جاہلیت کی یہ من گھڑت اور بے بنیاد باتیں ہمارے مسلم سماج اور معاشرہ میں نسل در نسل چلی آرہی ہیں۔

قرآن و حدیث، صحابہ و تابعین، مجتہدین اور سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے صاف اور واضح ارشادات کے ذریعے زمانۂ جاہلیت کے تمام توہمات اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام باطل خیالات اور صفر سے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرمادی ہے اور ساتھ ہی عرب کے دور جاہلیت میں جن جن طریقوں سے صفر سے نحوست، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی ان سب کی بھی مکمل نفی فرمائی ہے اور مسلمانوں کو ان توہمات سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ پہلے ماہ صفر سے متعلق دور حاضر کے خیالات اور نظریات ملاحظہ فرمائیں۔

**ماہ صفر سے متعلق دور حاضر کے فاسد خیالات:** موجودہ دور میں برصغیر ہندو پاک میں ماہ صفر سے متعلق عوام میں جو باطل خیالات اور نظریات پائے جاتے ہیں ان میں سے کچھ خاص حسب ذیل ہیں:

**تیرہ تیزی:** بعض عوام کا خیال یہ ہے کہ ماہ صفر کے ابتدائی تیرہ دن نہایت منحوس، برے اور سخت ہوتے ہیں کیوں کہ ان دنوں میں حضور اقدس ﷺ بیمار ہوئے تھے یہ بیماری اسی نحوست کا اثر ہے اسی مناسبت سے ان لوگوں نے اس مہینہ کا نام "تیرہ تیزی کا مہینہ" رکھ دیا ہے، صفر کی پہلی تاریخ سے تیرہ تاریخ تک خاص طور پر منحوس سمجھتے ہیں۔

یہ لوگ تیرہ سے مراد "۱۳" کا ہندسہ اور تیزی سے مراد "سختی اور پریشانی لیتے ہیں" جب صفر کی تیرہ تاریخ آتی ہے تو چنے ابال کر تقسیم کرتے ہیں تاکہ بلائیں اور نحوستیں دور ہو جائیں۔

ان سب باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ صرف توہم پرستی اور مشرکین کے عقیدہ کی اقتدا کرنا ہے، بے شک حضور ﷺ ماہ صفر میں تیرہ دن بیمار تھے مگر وہ صفر کے ابتدائی تیرہ دن نہیں بلکہ صفر کے آخری اور ماہ ربیع الاول کے ابتدائی ایام تھے، مشہور مورخ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی سند سے روایت کرتے ہیں:

اشتکی رسول اللہ ﷺ یوم الاربعاء للیلۃ بقیت من صفر سنۃ احدی عشرۃ (الطبقات الکبریٰ)

ترجمہ: جب صفر کے مہینے کی ایک رات باقی رہ گئی بدھ کے دن سنہ گیارہ ہجری میں رسول اللہ ﷺ کو مرض کی شکایت ہوئی۔

**آخری چہار شنبہ (آخری بدھ):** ماہ صفر المظفر کی آخری چہار شنبہ کی رسم بھی ہمارے سماج میں صدیوں سے چلی آرہی ہے بعض لوگ اس دن خوشیاں مناتے ہیں، مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں، کاروبار وغیرہ بند کر دیتے ہیں اور سیر و تفریح کے لیے نکل جاتے ہیں، کچھ لوگ اس دن روزہ بھی رکھتے ہیں اور ایک خاص طریقے سے نماز پڑھتے ہیں، نیز بہت سے لوگ اس دن تعویذ بنا کر مصیبتوں اور بیماریوں سے بچنے کی غرض سے پہنتے ہیں، وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس دن حضور اقدس ﷺ کو بیماری سے شفا ملی تھی آپ نے غسل صحت فرمایا تھا اور بیرون مدینہ طیبہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے، یہ بات بھی بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اس دن آقائے دوعالم ﷺ کو کسی بیماری سے شفا نہیں ملی تھی اور نہ ہی آپ نے غسل صحت فرمایا تھا بلکہ ماہ صفر کے آخری عشرہ میں بدھ کے دن (آخری بدھ) تو رحمت دوعالم ﷺ کے مرض کی شدت (مرض وفات) کا آغاز ہوا تھا جس پر یہودیوں نے عداوت و شقاوت اور اپنے بغض و کینہ کی وجہ سے خوشیاں منائی تھیں جیسا کہ ماسبق میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں گزرا۔

مسلمانوں کا ماہ صفر کی آخری بدھ کو خوشیاں منانا انتہائی بے غیرتی اور بے ادبی کی بات ہے یہ یہودیوں اور مجوسیوں کی ایجاد کردہ رسم ہے جس کی شریعت اسلامیہ میں سخت ممانعت ہے۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصنف بہار شریعت تحریر فرماتے ہیں:

" ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ (بدھ) ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے، لوگ اپنا کاروبار بند کر دیتے ہیں، سیر و تفریح اور شکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے اس روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرون مدینہ طیبہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے یہ سب باتیں بے اصل ہیں بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم ﷺ کا مرض شدت کے ساتھ تھا

وہ باتیں خلاف واقع ہیں اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس روز بلائیں آتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں سب بے ثبوت ہیں"۔(بہار شریعت، ج ۳، ص ۸۷)

**لنگڑے اور اندھے جنات کا آسمان سے زمین پر اترنا:** بعض علاقوں میں مشہور ہے کہ صفر کے مہینہ میں لنگڑے لولے اور اندھے جنات آسمان سے زمین پر اترتے ہیں اور چلنے والوں سے کہتے ہیں کہ بسم اللہ کر کے قدم رکھو تاکہ جنات کو تکلیف نہ ہو اور بعض لوگ اس مہینہ اور خاص کر کے آخری تاریخوں میں صندوقوں، پیٹیوں، ستونوں اور در و دیوار کو ڈنڈے مارتے ہیں تاکہ جنات گھروں سے بھاگ جائیں اور گھر ان جناتوں کی بلا سے محفوظ رہے۔

یہ سب ہی جاہلانہ توہمات من گھڑت باتیں اور خلاف شرع حرکات ہیں جن کا شریعت اسلامیہ سے دور دور تک کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

**شادی بیاہ کی تقریبات:** بعض عوام کا یہ خیال ہے کہ ماہ صفر میں خوشی کی تقریبات اور اہم امور انجام نہیں دینا چاہیے کیونکہ اس ماہ جو بھی اہم کام کا افتتاح اور ابتدا کرتے ہیں وہ ناقص ہوتا ہے، اس میں برکت نہیں ہوتی ہے اور اس کے اچھے نتائج بھی برآمد نہیں ہوتے ہیں، یہ عقیدہ اس قدر دن بہ دن رائج ہوتا جا رہا ہے کہ اب لوگ ماہ صفر میں شادی اور نکاح جیسی بابرکت اور اہم تقریب سے بھی پرہیز کرنے لگے ہیں اور کہتے ہیں کہ صفر میں کی ہوئی شادی صِفر (یعنی ناکام و نامراد) ہوتی ہے چنانچہ صفر کا مہینہ گزرنے کا انتظار کرتے ہیں اور پھر جب ربیع الاول کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو شادی کی تقریبات منعقد کرتے ہیں، اگر کوئی راسخ الاعتقاد مرد مومن ان فرسودہ رسومات اور جاہلانہ خیالات کو بالائے طاق رکھ کر اپنی بچیوں کا اس ماہ میں نکاح کرتے بھی ہیں اور اپنے گھروں سے رخصت کرتے ہیں تو اس کو معاشرہ میں بہت ہی معیوب سمجھا جاتا ہے اور اس سے متعلق طرح طرح کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔

ماہ صفر سے متعلق ہمارے مسلم معاشرے میں سب سے زیادہ یہی نظریہ عام ہے جو بدشگونی، بدفالی، نحوست، توہم پرستی اور جہالت پر مبنی ہے، جبکہ دین اسلام میں سارے مہینے برابر ہیں البتہ برکت کے اعتبار سے مختلف ہیں، کسی بھی مہینے میں کوئی نحوست نہیں ہے، اسلام میں نحوست کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، شریعت مطہرہ میں صفر کے مہینے میں اور نہ کسی دوسرے مہینے میں نکاح سے منع کیا گیا ہے، نکاح تو ایک عبادت ہے جسے اسلام نے نصف ایمان کا درجہ قرار دیا ہے بھلا ایسی مہتم بالشان عبادت سے کیونکر منع کیا جا سکتا ہے۔

**مذہب اسلام میں ماہ صفر کی حقیقت:** عرب کے دور جہالت میں ماہ صفر المظفر کے بارے میں جن جن طریقوں نحوست، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی اور جو توہمات و باطل نظریات ان کے ذہن وفکر میں راسخ ہو چکے تھے حضور محسن انسانیت اور ہادی عالم ﷺ نے ان تمام خیالات فاسدہ کی مکمل ممانعت فرمائی اور مسلمانوں کو ان توہمات سے اپنے مبارک ارشادات کے ذریعے بچنے کی تاکید بھی فرمائی ذیل میں اس سلسلے کی بخاری و مسلم کی صرف دو حدیثیں نقل کی جاتی ہیں:

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث مروی ہے:" قال قال رسول اللہ ﷺ لا عدویٰ ولا طیرۃ ولا ھامّۃ ولا صفر وفرّ من المجذوم کما تفر من الاسد (صحیح بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرض کا لگ جانا، نحوست، اُلّو اور صفر ان سب چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں اور جزامی شخص سے اس طرح بچو اور پرہیز کرو جس طرح شیر سے بچتے اور پرہیز کرتے ہو۔"

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کی سند سے یہ حدیث پاک اس طرح منقول ہے:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا عدوی ولا طیرۃ ولا صفر (صحیح مسلم)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے اس طرح ہے:

عن جابر قال سمعت النبی ﷺ یقول لا عدوی ولا صفر ولا غول

ان احادیث کریمہ میں نبی کریم ﷺ نے ماہ صفر سے متعلق جتنے باطل نظریات و خیالات اور توہمات زمانہ جاہلیت میں عربوں کے درمیان رائج تھے اپنے ارشادات عالیہ سے ان سب کی صاف صاف اور واضح طور پر نفی فرمادی اور ماہ صفر میں کسی بھی قسم کی توہم پرستی کی گنجائش نہیں رکھی، آقائے دو عالم ﷺ کے ان فرمودات اور پاکیزہ ارشادات سے جہاں دور جہالت کے تمام توہمات کی نفی ہوئی وہیں صبح قیامت تک ماہ صفر سے متعلق پیدا ہونے والے تمام غلط خیالات اور فاسد تصورات کی بھی نفی ہوگئی کیوں کہ آپ کے یہ واضح ارشادات اور روشن تعلیمات

صرف اس دور کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے ہیں۔

**حدیث شریف کا مفہوم:** مذکورہ بالا حدیث میں آقائے دوعالم ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ تین چیزوں کی نفی فرمائی۔

سب سے پہلے آپ نے جس چیز کی نفی فرمائی وہ ایک بیماری کا دوسرے کو لگنا ہے جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ بیمار کے پاس بیٹھنے یا اس کے ساتھ کھانے پینے سے اس کی بیماری دوسرے تندرست اور صحت مند آدمی کو لگ جاتی ہے اور اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے ایسی بیماری کو "عدوی" (متعدّی مرض اور چھوت چھات) کہتے تھے، قدیم و جدید طب میں بھی بعض بیماریوں کو متعدّی اور چھوت کی بیماری قرار دیا گیا ہے جیسے کوڑھ، خارش، چیچک، خسرا، بدبوئے دہن (پائریا) آشوب چشم اور عام وبائی امراض وغیرہ۔ تمام لوگوں میں چھوت چھات کا اعتقاد اور ایک کی بیماری دوسرے کو لگنے کا یہ گمان کافی عام ہے، چنانچہ ہمارے مسلم معاشرے میں بھی کہیں کہیں وبائی امراض میں مبتلا ہونے والوں سے بہت پرہیز کیا جاتا ہے، ان کا کھانا، پینا، رہنا سہنا اور اوڑھنا بچھونا سب کچھ علٰحدہ کر دیا جاتا ہے اور حد سے زیادہ چھوت چھات کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے اس عقیدہ اور نظریہ کو باطل قرار دیا اور فرمایا" لا عدوی" یعنی بذات خود ایک شخص کی بیماری بڑھ کر دوسرے کو نہیں لگتی بلکہ بیمار کرنا یا نہ کرنا قادر مطلق کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہے بیمار کرے اور جس کو چاہے بیماری سے محفوظ رکھے۔

دوسری چیز جس کو حضور اقدس ﷺ نے نفی فرمائی وہ "ہامہ" ہے۔ ہامہ کے لفظی معنی " سر" اور "پرند" کے آتے ہیں احادیث میں ہامہ سے مراد الّو پرندہ ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ " اُلّو " سے بدشگونی اور نحوست لیتے تھے اور اس کے متعلق ان میں طرح طرح کی باتیں پھیلی ہوئی تھیں بعض کا خیال تھا کہ مردے کی ہڈیاں جب بوسیدہ اور معدوم ہوجاتی ہیں تو وہ ہامہ الو بن کر قبر سے نکل جاتی ہیں اور ادھر ادھر گھومتی رہتی ہیں اور اپنے گھر والوں کی خبریں لیتی پھرتی ہیں۔

بعض کا اعتقاد تھا کہ الّو اگر کسی کے گھر پر بیٹھ کر آواز لگاتا ہے تو انہیں ہلاکت و بربادی اور موت کی خبریں دیتا ہے۔

(نزہۃ القاری ج ۵، ص ۵۰۲)

حضور نبی کریم ﷺ نے اس اعتقاد کو بھی بالکل باطل قرار دیا اور ایسا اعتقاد رکھنے سے منع فرمایا اور واضح فرمادیا کہ ہلاکت و بربادی اور زندگی و موت اللہ رب العزت کے دست قدرت میں ہے اس میں الو کا کوئی کردار اور حقیقت نہیں ہے۔

تیسری چیز جس کی حضور اقدس ﷺ نے اپنے مبارک ارشاد کے ذریعے نفی فرمائی وہ "صفر" ہے کہ ماہ صفر میں ذاتی طور پر کوئی نحوست نہیں ہے، آفتوں، بلاؤں اور مصیبتوں کا اس مہینہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے یہ چیزیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں ہیں اور ان کے اسباب معاصی و ذنوب ہیں نہ کہ صفر کا مہینہ ہے جو ان لوگوں نے اپنا عقیدہ بنالیا ہے۔

اور حدیث پاک میں مجزوم وغیرہ امراض سے اجتناب کے بارے میں جو کہا گیا ہے تو وہ صرف اس لئے تا کہ دوسروں کو کراہت اور تکلیف نہ ہو اس بنیاد پر نہیں کہ یہ مرض متعدّی ہوتا ہے۔

**ماہ صفر خیر و برکت کا مہینہ:** ماہ صفر سے متعلق نحوست کی تردید حضور اقدس ﷺ نے نہ صرف اپنے قول سے کیا بلکہ خود اپنی پیاری اور لاڈلی بیٹی خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد مسنون صفر المظفر پہلی ہجری میں باب العلم مولائے کائنات حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا۔ (الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۱۲)

ماہ صفر میں شادی بیاہ کی نحوست کی نفی میں کیا اب بھی کسی طرح کے شکوک و شبہات باقی رہ جاتے ہیں نہیں ہرگز نہیں، آقائے دوعالم ﷺ نے اپنے قول و فعل سے اسے بالکل آفتاب نیم روز کی طرح روشن و عیاں فرمادیا۔

ماہ صفر کے خیر و برکت کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ اس ماہ میں اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مذہب اسلام میں داخل ہوئے جس سے دین اسلام کو کافی فروغ حاصل ہوا، سیف اللہ مسلول حضرت سیدنا خالد بن ولید، حضرت سیدنا عمرو بن عاص اور حضرت سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ وہ صحابہ کرام ہیں جو صفر المظفر آٹھ ہجری میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر داخل اسلام ہوئے۔

نیز ماہ صفر میں کافی فتوحات بھی ہوئیں جن سے اسلام کا بول بالا ہوا ،صفر المظفر سات ہجری میں مسلمانوں کو فتح خیبر نصیب ہوئی (البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۳۹۳) اور صفر المظفر سولہ ہجری میں مدائن (جس میں کسریٰ کا محل تھا) کی فتح نصیب ہوئی۔ (الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۳۵۷)

ان تمام تاریخی حقائق اور شواہد سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا

جاسکتا ہے کہ ماہ صفر المظفر یہ نحوست کا نہیں بلکہ انتہائی خیر و برکت کا مہینہ ہے لہٰذا اس سے متعلق ہمارے معاشرے میں صدیوں سے ہمارے بڑوں، پرکھوں اور بالخصوص عورتوں کے توسط سے جو کہا وتیں اور روایتیں مسلسل چلی آرہی ہیں ہمیں چاہیے کہ ہم ایسے باطل اور فاسد خیالات سے اپنے کو دور رکھیں اور ان سے اپنے قول و فعل کے ذریعے بیزاری کا اظہار کریں، اللہ رب العزت اور اسکے رسول مقبول ﷺ کی مکمل طور پر فرماں برداری اور پیروی کریں اور دین و شریعت کے مقابلے میں اپنی نفسانی خواہشات کو ترجیح نہ دیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولائے کریم ہمیں دین اسلام کے احکام کا پابند بنائے اور شریعت اسلامیہ کے مطابق زندگی بسر کر کے صحیح مومن اور مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے، مذہب اسلام کی روحانی اور پاکیزہ تعلیمات کا عامل بنائے اور توہمات جیسی بدخیالی اور بیماری و بلا سے ہمیں نجات بخشے۔(آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین)

☆☆☆☆☆

# ماہِ صفر کے توہمات اور شریعت مطہرہ

**از: مفتی محمد احکام چشتی**، استاذ جامعہ جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف

**ماہ صفر** اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے، جو بڑی خیر و برکت اور عظمت والا مہینہ ہے دین اسلام کے فروغ و استحکام کے سلسلے میں جو اقدامات اس مہینے میں ہوے وہ کسی اور مہینے میں نہیں ہوے اسی ماہ میں سرکار کائنات ﷺ نے مکہ سے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی، کفار کی اصلاح اور مسلمانوں کی دفاع کا اہم ذریعہ جہاد کا حکم بھی اسی مہینے میں نازل ہوا، سب سے پہلی جنگ غزوہ بدر اسی مہینے میں واقع ہوئی جس میں خود سرکار ﷺ نے شرکت فرمائی اور مسلمانوں نے مقدار میں کم ہونے کے باوجود کفار مکہ کو عبرت ناک شکست سے دو چار کیا۔ غزوہ ابوا اور بیر معونہ کا واقعہ بھی اسی مہینہ میں پیش آیا جس میں کئی صحابہ کرام شرف شہادت سے شرسار ہوے، جبکہ اسلام کی تاریخی جنگ جنگ خیبر بھی اسی مہینے میں معرض وجود میں آئی، جس سے اسلام اور مسلمانوں کو زبردست توانائی حاصل ہوئی، اسی مہینے کی ۹؍ تاریخ کو قبیلہ خثعم کی جانب قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں سریہ روانہ ہوا اور فتح و کامرانی حاصل ہوئی، ماہ صفر آٹھ ہجری میں حضرت سیدنا خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عثمان بن طلحہ، بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر حلقہ بگوشہ اسلام ہوئے۔ حیات نبوی کا آخری لشکر ۲۷؍ صفر کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رہنمائی میں روانہ ہوا، جو آقا علیہ السلام کی مرض وفات کی شدت اور پھر وصال کی وجہ سے مدینہ شریف کے قریب ایک میدان میں قیام پذیر رہا، بعد میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے روانہ فرمایا، اس لحاظ سے یہ مہینہ بڑی فضیلت و اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن ستم یہ ہے کہ آج مسلمانوں میں اس مقدس مہینے کے بارے میں عجیب وغریب باتیں پائی جاتی ہیں جن کا اسلامی شریعت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ اسلام نے ایسے باطل خیالات اور بیہودہ رسم و رواج سے شدت کے ساتھ روکا ہے ہمارے معاشرے میں اس ماہ کے بابت جو اوہام و خیالات پائے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔

اس مہینے میں مصائب و آلام کی تیز ہوائیں چلتی ہیں۔ بیماری، رنج و غم، اور ہزاروں ہزار بلائیں آسمان سے اترتی ہیں، لہٰذا اس مہینہ میں شادی، نکاح، ختنہ، کرنا، نیا گھر تعمیر کرنا، نئے گھر میں منتقل ہونا اور کوئی بھی خوشی کی تقریب کرنا برا ہے بعض علاقوں میں یہ تصور ہے کہ یہ مہینہ اللہ کی رحمت و برکت سے بالکل خالی اور نہایت منحوس ہوتا ہے اسی لیے اس میں مصیبتیں زیادہ آتی ہیں کہیں کہیں اس مہینے کی ۳/ ۱۳/ ۲۳/ ۸/ ۱۸/ ۲۸/ تاریخوں میں شادی کرنا سخت برا مانا جاتا ہے اور شادی کرلی جاتی تو شروع کے ۱۳ دنوں میں دلہن اور دولہا کو ایک دوسرے سے دور رکھا جاتا ہے ملنے نہیں دیا جاتا۔ اور بعض معاشروں میں تمام شادی شدہ جوڑے ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں تاکہ وہ اس مہینے کی نحوست کا شکار نہ ہوں۔

بعض مسلمان اس ماہ میں صرف اس لیے نکاح و شادی نہیں کرتے ہیں کہ اس ماہ میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تھی، اس واقعہ کے سبب اس مہینے میں شادی اور خوشی غیر مناسب اور منحوس سمجھتے ہیں۔ بعض علاقوں میں عورتیں اس مہینے میں چنا ابال کر لوگوں میں تقسیم کرتی ہیں یہ خیال کرکے کہ یہ عمل کرنے سے اس ماہ میں نازل ہونے والی بلائیں ہم سے دور ہو جائیں گی اور ہماری طرف آنے والی بلائیں دوسری طرف چلی جائیں گی، کسی علاقے میں مہینے کے آخری بدھ کو روزہ رکھا جاتا ہے۔ مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں۔ اس نیت سے کہ سرکار ﷺ کو اس دن بیماری سے شفا ملی تھی، اور ان ساری چیزوں کو

ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ غیر منقسم ہندوستان میں اس ماہ سے جڑی ہوئی بہت سی بیہودہ رسمیں اور خرافات ہیں، جن کو مسلمان خاص طور سے مسلم خواتین بڑے فخر کے ساتھ انجام دیتی ہیں۔ ان چیزوں کا اسلام سے تو کوئی علاقہ نہیں البتہ اس طرح کے باطل تصورات کا سر رشتہ زمانہ جاہلیت سے ملتا ہے، اس طرح کہ ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب یہ چار مہینے اہل مکہ کے نزدیک بابرکت اور حرمت والے مہینے تھے اس لیے وہ اس مہینے میں جنگ و جدال اور خوں ریزی سے دور رہتے تھے، اور محرم کا مہینہ ختم ہوتے ہی ہتھیار سے لیس ہو کر اہل و عیال کے ساتھ جنگ و جدال کے لیے باہر نکل جاتے تھے، اور مکہ میں لوگوں کی تعداد صفر ہو جاتی تھی اس لیے اس مہینے کا نام صفر رکھ دیا۔ اس قتل و غارت گری اور خوں ریزی کے نتیجے میں بہت سے کفار مکہ قتل ہو جاتے تھے اور سیکڑوں افراد پر مشتمل کنبے، خوش حال اور دولت مند خاندان چند دنوں میں تباہ و برباد ہو جاتے، بچے یتیم ہو جاتے، عورتیں بیوہ ہو جاتیں جو مفلسی، تنگ دستی اور فاقہ کشی کا شکار ہو کر در در بھٹکنے پر مجبور ہو جاتیں، ان نقصانات کے باعث کفار مکہ اس مہینے کو منحوس اور برا سمجھتے تھے، اور عام طور سے لوگوں کا خیال تھا کہ اس مہینے میں آسمان سے آفتیں نازل ہوتی ہیں، بیماریاں گھیر لیتی ہیں جنگوں اور اموات کی کثرت ہو جاتی ہے، فاقہ کشی، محتاجی، تنگدستی، اور طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا رہتا ہے، اس لیے یہ مہینہ بے برکت منحوس اور بدشگون ہے۔ جب کہ ان چیزوں کا اس ماہ کی نحوست سے کوئی سروکار تھا نہ ان کا یہ تصور کسی ٹھوس بنیاد پر قائم تھا بلکہ یہ خود ان کے ہاتھوں کی کمائی تھی جس کو اپنے کردار کی نحوست اور شامت اعمال سمجھنے کی بجائے مہینے کو منحوس اور بے برکت سمجھ بیٹھے، یہ ان کی حماقت اور جہالت تھی کفار مکہ کے یہی اوہام اور باطل عقیدے نسل در نسل منتقل ہو کر ہمارے درمیان پہنچ گئے ہیں جن میں یہاں کے لوگوں نے اور بھی حذف و اضافہ کر لیا ہے۔

اسلام نے کسی شخصیت یا ماہ و سال کی نحوست اور بدشگونی کی پوری طرح نفی فرمادی ہے اور نہایت واضح انداز میں بتادیا ہے کہ دین میں ان چیزوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سر دست چند آیات و روایات پیش خدمت ہیں۔

(۱)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت پر اللہ رب العزت کی طرف سے انعام و اکرام کی بارش ہوتی تو کہتے یہ سب ہماری بدولت ہے۔ اور جب ان پر مصیبتیں آتیں اور پریشانیوں کا سامنا ہوتا تو کہتے یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیرو کاروں کی نحوست کے سبب ہے، ان کے اس نظریہ کا رد کرتے ہوئے قران کریم نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (۱۳۱)

ترجمہ: جب ان کو برائی پہنچتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں سے بدشگونی لیتے خبردار! ان کی نحوست تو اللہ کی طرف سے ہے لیکن زیادہ تر لوگ نہیں جانتے ہیں۔ (اعراف: ۱۳۱)

(۲)۔ قوم ثمود نے حضرت ثمود علیہ السلام سے کہا اے ثمود تم سے اور تمھارے پیروکاروں سے ہم بدشگونی لیتے ہیں۔

تو ان کے خیال کی تردید کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

قَالَ طٰٓىٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ (۴۷)

ترجمہ: ہم نے تم سے اور تمھارے ساتھیوں سے برا شگون لیا تمھاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم لوگ فتنے میں مبتلا ہو۔

(نمل، آیت ۴۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو انطاکیہ کی طرف دعوت و تبلیغ کے لیے بھیجا تو انطاکیہ کے باشندوں نے ان کی بات نہیں مانی ان کو زدو کوب کیا اور کہا کہ ہم تم سے بدشگونی لیتے ہیں، یعنی تمھارا یہاں آنا بدشگن ہے، بے برکتی کا باعث ہے

ان کی مذمت کرتے ہوئے قران کریم میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

قَالُوْا طَآىٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَىٕنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (۱۹)

ترجمہ:۔ انھوں نے فرمایا تمھاری نحوست تمھارے ساتھ ہے کیا اس پر بدکتے ہو کہ تم سمجھائے گئے بلکہ تم حد سے بڑھے ہوئے لوگ ہو۔ (سورہ یاسین آیت ۱۹)

مذکورہ آیات میں کفار و مشرکین کا رد کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا تم کو نحوست اور بدشگونی ان مبارک بندوں کی وجہ سے لاحق نہیں ہوتی بلکہ تمھارے کفر و شرک، طغیان و سرکشی، اور ضلالت کی نحوست تم کو لگ جاتی ہے اور اور یہی نحوست آخرت میں تمھیں نقصان پہنچائے گی، غرض کہ خدا کی بارگاہ میں شخصیات یا ایام کی نحوست و بد شگونی کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ چیز سر تا سر باطل ہے، لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ کسی بھی چیز کو منحوس نہ جانے اور کوئی مصیبت پہنچے تو یہ خیال نہ کرے کہ فلاں شخصیت یا فلاں ایام، سال یا مہینہ کی وجہ سے یہ مصیبت آئی ہے بلکہ یہ خیال کرے کہ کہ ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے

ان پریشانیوں کا سامنا ہوا ہے۔

خاص ماہ صفر سے متعلق بھی شریعت مطہرہ کا سیدھا اور صاف نظریہ ہے کہ اس مہینے میں کسی طرح کی کوئی نحوست و بے برکتی نہیں ہے بلکہ یہ مہینہ بھی دیگر مہینوں کی طرح پاکیزہ، مقدس، اور بابرکت مہینہ ہے۔ قران کریم میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ (سورہ، توبہ، آیت، ۳۶)

ترجمہ:۔بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ ہے اللہ کی کتاب میں جس دن اس نے زمین و آسمان بنائے ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، اور یہ سیدھا دین ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے سال کو بارہ مہینوں پر مشتمل قرار دیا اور تمام مہینوں کو مساوی درجہ دیا ہے۔ہاں مقام و مرتبے کے اعتبار سے چار مہینوں کو دیگر تمام مہینوں پر فضیلت بخشی ہے، تاہم ان مفضول مہینوں میں سے کسی کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ یہ مہینہ منحوس اور بدشگن ہے ،جس سے واضح طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ صفر بھی دیگر مہینوں کی طرح ایک بابرکت مہینہ ہے اس میں کسی طرح کی کوئی نحوست نہیں۔

ایک مقام پر خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا:

وذکرھم بایام اللہ۔ ترجمہ: ان کو اللہ کے دنوں کی یاد دلاؤ۔

اس کی تفسیر کرتے ہوئے صدر الافاضل مراد آبادی فرماتے ہیں:

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ایام اللہ سے وہ ایام مراد ہیں جن میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعام کیے جیسے بنی اسرائیل کے لیے منی و سلویٰ اتارنے کا دن ، حضرت موسی علیہ السلام کے لیے دریا میں راستہ بنانے کا دن ، یا جن ایام میں واقعات عظیمہ پیش آئے جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعہ پیش آیا، ان کی یادگار قائم کرنا بھی تذکیر بایام اللہ میں داخل ہے۔(خلاصہ خزائن العرفان سورہ ابراہیم:۵)

اس تفسیر سے یہ پتا چلتا ہے کہ وہ ایام اور ماہ و سال جن میں خداوند قدوس نے بندوں پر انعام فرمایا یا اس میں عظیم دینی واقعات رونما ہوئے وہ سب ایام اللہ ہیں، اور گزشتہ سطور سے یہ حقیقت بے نقاب ہو چکی ہے کہ اس ماہ میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں پر زبردست انعام فرمائے ہیں اور بہت سے عظیم واقعات رونما ہوئے ہیں، جن کی اسلامی تاریخ میں بڑی قدر و منزلت ہے لہذا اس آیت کریمہ کی رو سے یہ مہینہ بھی اللہ کے ایام میں شامل ہے اس میں کوئی نحوست اور بدشگونی نہیں ہو سکتی اس ماہ کو منحوس خیال کرنا شریعت اسلامیہ سے متصادم اور ایک باطل عقیدہ ہے جس سے پرہیز کرنا ایک مسلمان کے لیے بے حد ضروری ہے۔رسول کائنات ﷺ کی گفتار و کردار سے یہی رہنمائی ملتی ہے۔

مسلم شریف میں ہے: عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ یقول لا عدوی ولا غول ولا صفر .

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی مرض متعدّی نہیں ہوتا نہ غول اور نہ صفر کی نحوست کی کوئی اصل ہے۔(مسلم کتاب السلام)

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لا عدوی ولا طیرۃ ولا صفر.

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مرض متعدّی نہیں ہوتا، بدشگونی کوئی چیز نہیں، اور صفر کی نحوست کی کوئی حقیقت ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لا عدوی ولا ھامۃ ولا نوء ولا صفر .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مرض متعدّی نہیں ہوتا ، الو کی نحوست کوئی چیز نہیں ،ستاروں کی وجہ سے بارش نہیں ہوتی ، اور صفر کی نحوست کی کوئی حقیقت ہے۔(مرجع سابق)

یہ احادیث طیبہ زمانہ جاہلیت کے باطل خیالات، اور بیہودہ رسموں کے تناظر میں وارد ہیں، کفار مکہ کے معاشرے میں اس تعلق سے جو بدگمانیاں تھیں وہ یہ ہیں۔ تعدیہ، طیرہ، ھامۃ، غول، نوء، صفر کی نحوست۔

**تعدیہ:** زمانہ جاہلیت میں کفار مکہ کا یہ تصور تھا کہ بیمار کے پاس نشست و برخواست، اور خورد و نوش، کرنے سے بیماری دوسرے انسان تک پہنچ جاتی ہے اس مرض کو مرض متعدّی، اور عدوی کہا جاتا تھا، اسی وجہ سے وہ خارشی اونٹ کو دوسرے اونٹوں میں ملنے نہیں دیتے تھے تاکہ دوسرے کو بھی نہ پہنچ جائے۔

**طیرہ:** زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی عادت یہ تھی کہ سفر یا کوئی اور کام کرنا چاہتے تو ہرن یا پرندوں کو چھوڑتے اگر وہ دائیں جانب جاتے تو اس کو نیک شگن قرار دیتے اور اپنے کام میں لگ جاتے اور بائیں طرف جاتے تو اپنا سفر اور دیگر کام ملتوی کر دیتے۔

**ہامۃ:** کے بارے میں مکہ کے باشندوں کے کئی طرح کے خیالات تھے۔ ایک یہ کہ جس مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے اس کی روح ایک پرندے کی شکل میں ادھر ادھر اڑتی رہتی ہے اور کہتی رہتی ہے

مجھے پانی پلاؤ، پانی پلاؤ۔ اور جب اس کے خون کا بدلہ لے لیا جاتا ہے تو یہ پرندہ اڑ کر بہت دور چلا جاتا ہے بعض کا خیال یہ تھا کہ ہامہ الو ہے جو کسی کے گھر پر بیٹھ جاتا تو اس گھر والوں میں سے کسی کی موت پر روتا ہے۔ (نہایہ، طیبی، بحوالہ ماثبت بالسنہ)

**غول**:۔ نہایہ میں بیان کیا کہ غول جناتوں کی ایک قسم ہے ان کے بارے میں جاہل عربوں کا خیال یہ تھا کہ یہ جنگلوں میں مختلف صورتوں، شکلوں میں آکر لوگوں کو ڈرا دیتے ہیں، راہ گیروں کو راستہ بھٹکا دیتے ہیں اور بسا اوقات انھیں ہلاک کر دیتے ہیں۔

**نوء**: اس کی جمع انواء ہے یہ ستاروں کی ۲۸/ منزلیں ہوتی ہیں جن میں سے تیرہویں رات کو طلوع صبح صادق کے وقت ایک منزل ختم ہوتی ہے اور دوسری منزل کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ ساری منزلیں ایک سال میں گردش پوری کر لیتی ہیں۔ جاہل عربوں کا خیال تھا کہ ایک منزل ختم ہونے اور دوسری کے آغاز پر بارش ہوتی ہے۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں لوگ بارش کو ستاروں کی طرف منسوب کرتے تھے اور ستاروں کو بارش کے لیے مؤثر حقیقی مانتے تھے۔ (ماثبت بالسنہ)

**صفر**: امام طیبی صفر کے بابت تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مشہور مہینہ ہے جو محرم اور ربیع الاول کے درمیان آتا ہے، اس مہینے کے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ اس مہینے میں کثرت سے مصیبتیں آتی ہیں اور پریشانیاں آسمان سے نازل ہوتی ہیں۔

یہ توہمات تھے اہل مکہ کے جوان کے ذہن ودماغ میں رچ بس چکے تھے، شریعت اسلامیہ نے ان تمام باطل خیالات کی یکسر نفی فرمادی اور اپنے پیروکاروں کو اس طرح کی وہم پرستی سے دور رہنے کا ذہن دیا اور بتادیا کہ ہر چیز کے خیر شر میں خداوند قدوس کی قدرت مؤثر ہوتی ہے کسی انسان کی بیماری اڑ کر دوسرے انسان کو لگتی ہے، نہ بدشگونی اور نحوست کوئی چیز ہے چاہے وہ ماہ صفر سے وابستہ ہو یا الو یا اور کسی چیز سے متعلق ہو، یوں ہی بارش ہونا نہ ہونا اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اس میں ستاروں کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے۔ لہذا بارش میں ستاروں کو دخیل ماننا اسلامی نظریات کے بالکل خلاف ہے، مسلمانوں کو اس عقیدے سے دور رہنا ضروری ہے خلاصہ کلام یہ کہ اسلام کی نظر میں چھوت، بدشگنی، سراسر فضول اور بیہودہ خیال ہے۔ اور بھوت پریت کا وجود تو ضرور ہے مگر انھیں اس طرح قدرت واختیار نہیں دیا گیا کہ جسے چاہیں ماردیں اور جسے چاہیں گمراہ کر دیں، بلکہ یہ سب اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، یوں ہی صفر کے مہینے سے متعلق جو لوگوں کے توہمات وابستہ ہیں وہ سب باطل و بے بنیاد ہیں اسلام کی نظر میں ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ☆☆☆

**(ص:۴۸/ کا بقیہ)......**

یہ فتویٰ پہلی بار " روداد پہلام " [بہار، ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء] کے اخیر میں شائع ہوا تھا، دوبارہ نوے سالوں بعد ۲۰۱۸ء میں اس کی اشاعت مستقل رسالہ کی شکل میں ہو رہی ہے، جس کی تدوین مولانا محمد بشارت علی صدیقی نے کی ہے اور تحقیق وتخریج کا فریضہ مولانا عطاء النبی حسینی نے انجام دیا ہے، کتاب کا مقدمہ مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی نے تحریر کیا ہے، آغاز میں جانشین شیخ الاسلام مولانا سید محمد حمزہ اشرف جیلانی کے دعائیہ کلمات درج ہیں، انھوں نے مذکورہ فتویٰ کا تعارف یوں کرایا ہے:

" یہ رسالہ ایک استفتا کا جواب ہے، اس استفتا میں ذبیحہ، ایصال ثواب، منت اور اولیاء اللہ کی بارگاہ میں حاضری جیسے امور سے متعلق نو سوالات قائم ہیں۔ محدث اعظم ہند نے نو سوالوں کو تین خانوں میں تقسیم فرماکر امر اول، امر دوم، امر سوم سے جواب دیا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ فقہ وافتا کے ابر باراں تھے۔ یہ ایسا محقق ومدلل جواب ہے جس میں کسی طرح کے شبہے کی گنجائش باقی نہیں ہے۔ جواب کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بیک وقت فقیہ ومحدث، مفسر ومحقق اور متکلم ومناظر ہیں۔" [ص:۷]

اس گراں قدر فتویٰ پر وقت کے جید علما ومشائخ کی تصدیقات اس کی اہمیت وحقانیت بیان کرنے کے لیے کافی ہیں، ان میں نمایاں نام شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد علی حسین اشرفی میاں، صدرالافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اور مفتی محمد سلیمان اشرفی بھاگل پوری وغیرہم کا ہے۔

مقدمہ نگار کے ان جملوں پر تبصرہ مکمل ہوتا ہے: "پورا فتویٰ پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کو ذہانت وفطانت کے ساتھ کمال فقاہت بھی حاصل تھا۔ آپ کا یہ فتویٰ علوم دینیہ میں آپ کے تبحر علمی کا ظاہر کرتا ہے۔" [ص:۱۵]

تقسیم کار سے رابطہ: اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدرآباد، دکن [۰۹۵۰۲۳۱۴۶۴۹] ☆☆☆

# دو کتابوں پر تبصرے

تبصرہ نگار: مولانا توفیق احسن برکاتی

نام کتاب: مرقاۃ الوصول الی اللہ والرسول [فارسی]
موضوع: سوانح و ملفوظات شیخ احمد کھٹو، احمد آباد
مولف: مولانا محمد بن قاسم
مترجم: محبوب حسین عباسی
صفحات: ۳۰۰ / اشاعت: نومبر ۲۰۱۷ء
ناشر: سرخیز روضہ کمیٹی، احمد آباد، گجرات
قیمت: ۲۵۰/ روپے

**بلند رتبہ** اعاظم زمانہ کی سیرت و سوانح کا سب سے اہم ماخذ، ان کے اقوال و ملفوظات اور مصاحبینِ بارگاہ کے چشم دید بیانات ہوتے ہیں، یہ حوالہ مستند بھی ہوتا ہے اور متعیّن بھی، سنین اور واقعات کی درجہ بندی ہر دو لحاظ سے ان میں واقعیت ہوتی ہے۔ اسے سوانح کا بنیادی مصدر کہا جاتا ہے جس پر سیرت و سوانح نگاری کی اینٹ رکھی جاتی ہے اور تحقیق کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ ہندوستان کی سرزمین پر جن بزرگوں کے نقش قدم پڑے اور ان کی ذات سے وابستہ ہو کر جن مشائخ و صوفیہ نے دین حق کا آوازہ بلند کیا، ان میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز اور شیخ احمد کھٹو سرخیزی علیہما الرحمہ کا نام نمایاں ہے اور ان دونوں بزرگوں میں کئی چیزیں مشترک تھیں، ان میں ایک وجہ مشترک یہ ہے کہ امیر تیمور کے ذریعہ شہر دہلی کی تاراجی [۸۰۱ھ/۱۳۹۹ء] کے بعد ان دونوں بزرگوں نے براہ گجرات شمالی ہند سے جنوبی ہند کی جانب ہجرت کی تھی۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ [متوفی: ۸۲۵ھ] کا مزار مبارک شہر گلبرگہ [کرناٹک] میں مرجع خلائق ہے جب کہ شیخ احمد کھٹو کی آخری آرامگاہ شہر احمد آباد [گجرات] میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔ کتاب پر تحریر کردہ اپنی تقریظ میں پروفیسر نثار احمد انصاری نے ابوالفضل کی ایک بات نقل کی ہے، ابوالفضل لکھتا ہے:

”گجرات صدیوں تک علم و فن کا مرکز، ارباب ہنر کا گہوارہ، ارشاد و تلقین کا سرچشمہ، اقتصادی زندگی کی شہ رگ اور ایک سرگرم تجارتی منڈی رہا تھا۔ روحانی اور مادی زندگی کی ساری نعمتیں یہاں جمع ہو گئی تھی، یہی محرکات تھے جس کے سبب بڑے بڑے علما، صلحا و اصفیا وغیرہ گجرات آئے اور اسے اپنا میدان عمل قرار دیا اور پھر یہیں کے ہو رہے۔“ [ص:۸]

یوں تو ہندوستان کی مختلف زبانوں میں بزرگوں کے اقوال و ملفوظات کا ایک ذخیرہ موجود ہے جس میں ان سالکین کے سوانحی کوائف بھی ہیں اور ملفوظات و ارشادات بھی، ان میں حضرت نظام الدین یمنی کا جمع کردہ ”لطائفِ اشرفی“ اور زیر نظر مجموعہ ”مرقاۃ الوصول“ زیادہ نمایاں ہے۔ فارسی ملفوظات کے جو مجموعے مرتب ہوئے ان میں دلیل العارفین [ملفوظات خواجہ سید معین الدین چشتی]، فوائد السالکین [ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی]، فوائد الفواد [ملفوظات حضرت نظام الدین اولیا]، نفائس الانفاس [ملفوظات شیخ برہان الدین غریب]، معدن المعانی [ملفوظات حضرت شرف الدین یحییٰ منیری] اور جوامع الکلم [ملفوظات خواجہ بندہ نواز] کا نام پیش کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ان مجموعوں میں صاحبِ ملفوظ کی حیات کے چند سالوں اور مخصوص اوقات کے نصائح اور احوال شامل ہیں لیکن زیر نظر مجموعہ ”مرقاۃ الوصول“ میں حضرت شیخ گنج احمد مغربی کی مکمل زندگی کے شب و روز، خلوت و جلوت کے حالات اور مشاہدات و معاملات شامل ہیں اور ان کی پوری تفصیل موجود ہے۔

یہ مجموعہ شیخ احمد کھٹو کے حاضر باش مولانا محمد بن قاسم ناگوری نے ۸۶۱ھ/۱۴۵۷ء میں تالیف و ترتیب دیا جو سولہ ابواب پر مشتمل ہے اور اس میں آٹھویں صدی ہجری کے نصف آخر سے لے کر نویں صدی ہجری کے نصفِ اول [شیخ کے وصال ۸۴۹ھ] تک کے احوال و واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس کے متن کی زبان ہندوستان کی رائج الوقت فارسی ہے۔ مولانا محمد بن قاسم ناگوری کو مسلسل انتیس برس تک سفر و حضر میں شیخ کی صحبت اور خدمت کا موقع ملا ہے۔ اس

کتاب کی رو سے حضرت شیخ احمد کھٹو کی ولادت دہلی میں ۷۳۷ھ/ ۱۳۳۷ء میں ہوئی، آپ اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ملک کہلاتے تھے۔ ابھی آپ کی عمر شریف چار سال تھی کہ ایک دن آندھی نے آپ اور آپ کی دایہ کو الجھا کر راستہ بھلا دیا اور ایک قافلہ والوں نے ان دونوں کو بحفاظت راجستھان کے ناگور ضلع کے ایک گاؤں میں پہنچا دیا۔ جہاں آپ کو اپنے وقت کے ولی کامل اور سلسلہ مغربی کے پیر و مرشد حضرت بابا اسحاق علیہ الرحمہ کی شفقت بھری صحبت میسر آئی، ان کی نگرانی میں انھوں نے عربی اور علوم دینیہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور پھر دہلی پہنچ کر مولانا شمس الدین نامی استاذ نے منتہی کتب کا درس لیا اور علماو مشائخ دہلی سے بحث و مذاکرہ کی محفل جمی، ساتھ ہی راہ سلوک بھی طے کرتے رہے، مجاہدات بھی کیے، حضرت جہانیاں جہاں گشت اور قاضی حمید الدین ناگوری علیہما الرحمہ سے بھی ملاقاتیں رہیں۔ آپ کا سفر حیات دہلی سے کھٹو، ناگور، پرانی دہلی، حرمین شریفین، سمرقند، بلخ، ہرات، قندھار،، اوچھ شریف اور پھر کھٹو سے نہروالہ اور وہاں سے سر کھیج [سرخیز] احمد آباد میں جاکر اختتام پذیر ہوا۔ وصال مبارک ۸۴۹ھ/۱۴۴۶ء میں قصبہ سرخیز احمد آباد میں ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔ احمد آباد میں آپ کے نام سے ایک دارالعلوم بھی چل رہا ہے۔

مولانا محمد بن قاسم کی اس فارسی کتاب کا اردو ترجمہ پروفیسر محبوب حسین عباسی نے بڑی نفاست اور مہارت سے کیا ہے جسے سرخیز روضہ کمیٹی، احمد آباد کے ذمہ داران نے نومبر ۲۰۱۷ء میں تین سو صفحات میں مجلد شائع کیا ہے، اس سے قبل ”مرقاۃ الوصول“ کا اردو ترجمہ مولانا ابو ظفر ندوی نے ”سیرت احمدیہ“ کے نام سے کیا تھا جو مطبوع ہے، لیکن پروفیسر عباسی کا یہ ترجمہ ”مرقاۃ الوصول“ کا مکمل اردو ترجمہ ہے اور زبان بھی سہل و شگفتہ استعمال کی گئی ہے لیکن کمپیوزنگ اور تزئین میں نفاست کی کمی کھٹکتی محسوس ہوتی ہے، ایسی تاریخی کتاب بہت اچھے کاغذ پر انتہائی عمدہ طبع ہونی چاہیے، خیر جو ہے بہتر ہے، یہ کتاب نویں صدی ہجری کے گجرات کے احوال کا مستند ماخذ بھی ہے۔ جس کی روشنی میں گجرات کی اسلامی تاریخ کا تانا، بانا تلاش کر سکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ شائقین اس کتاب کو ضرور اپنے مطالعہ کا حصہ بنائیں گے۔ اور تاریخی حقائق کے سراغ رساں اس تاریخی خزانے کی بازیافت کرنے والوں کا شکریہ ادا کریں گے۔

پتہ نوٹ کرلیں: سرخیز روضہ کمیٹی، سرخیز بڑی درگاہ، مکربہ، پوسٹ جیوروج پارک، احمد آباد، گجرات ۳۸۰۰۵۱

نام کتاب: تین اہم مسائل
مصنف: محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ
تحقیق و تخریج: مولانا عطاء النبی حسینی
صفحات: ۴۸/ اشاعت: ۲۰۱۸ء
ناشر: شیخ الاسلام ٹرسٹ، احمد آباد، گجرات
قیمت: ۶۰/ روپے

خانوادۂ اشرفیہ [کچھوچھہ مقدسہ] میں محدث اعظم ہند حضرت مفتی سید محمد اشرفی کچھوچھوی علیہ الرحمہ [ولادت: ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۵ء- وفات: ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء] کی بلند قامت ذات کئی اعتبارات رکھتی ہے، آپ ایک عظیم عالم دین، باکمال محدث، قادرالکلام شاعر، دوراندیش ادیب و صحافی، ماہر استاذ، زباں شناس و نکتہ سنج خطیب اور ماہر استاذ و مربی تھے، بڑی بات یہ کہ آپ مجدد اعظم امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے ممتاز تلمیذ ہیں، جن کی بارگاہ فیض سے فقہ و افتا اور اصول و حدیث وغیرہا علوم شرعیہ و فنون ادبیہ کا جلال و جمال حاصل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ محدث اعظم ہند کی ایک ذات میں جہاں عالمانہ تمکنت، عارفانہ بصیرت، سالکانہ جمال اور محدثانہ عظمت نظر آتی ہے وہیں ادیبانہ ذوق جمال اور فقیرانہ سوز کا رنگ جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔ خدائے بخشندہ نے انھیں جودت علم بھی بخشی تھی اور نزاکت زبان بھی، جس کا ثبوت ان کی نوک قلم سے نکلے ہوئے مضامین، اداریے، تصانیف اور فتاویٰ ہیں اور ہر جگہ ایک علمی رعب اور زبان و بیان کا حسن نظر آتا ہے۔ یہی کمال ہمیں ان کے جانشین اور فقیر کے مرشد اجازت شیخ الاسلام مفتی سید محمد مدنی اشرفی جیلانی دام ظلہ العالی کی ذات میں دکھائی دیتا ہے۔ دنیا کہتی ہے، ”الولد سر لابیہ“ ان جیسوں کو مانا جائے گا۔

زیر نظر کتاب محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا ایک نایاب فتویٰ ہے، جو تین اہم مسائل پر مشتمل ہے:

[۱] قربانی اور اس کے ثواب کا ایصال
[۲] کھانے وغیرہ پر فاتحہ
[۳] طواف قبور

(باقی ص:۴۶/ پر)

# منظومات

## اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا

کوئی گل باقی رہے گا، نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا
ہم صفیرو باغ میں ہے کوئی دَم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائے گا
اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا
نامِ شاہانِ جہاں مٹ جائیں گے لیکن یہاں
حشر تک نام و نشانِ پنجتن رہ جائے گا
جو پڑھے گا صاحبِ لَولاک کے اوپر درود
آگ سے محفوظ اس کا تن بدن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافی و لیکن حشر تک
نعتِ حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

شہیدِ حریت علامہ **کفایت علی کافی** مراد آبادی علیہ الرحمہ

☆☆☆

## آہستہ آہستہ

پڑھا کرتا ہوں جب صلِ علیٰ آہستہ آہستہ
اثر کو ڈھونڈ لیتی ہے دعا آہستہ آہستہ

بلاتے ہیں مجھے شام و سحر طیبہ کے نظّارے
مِرے کانوں میں آتی ہے صدا آہستہ آہستہ

انھیں آواز دی ہے دھوپ کے صحرا میں جب میں نے
تو سر پہ چھائی رحمت کی گھٹا آہستہ آہستہ

سعیدؔ اس کو مِرے آقا نے بخشش کی بشارت دی
خطاؤں پر جو اپنی رو پڑا آہستہ آہستہ

از: **سعید رحمانی**، مدیرِ اعلیٰ ادبی محاذ، کٹک

## اُن جیسا کوئی دہر میں آیا تو نہیں ہے

وہ کیسے ہیں اُن کو ابھی دیکھا تو نہیں ہے
پہچان نہ پاؤں انھیں ایسا تو نہیں ہے

ہیں اور بھی عشّاق رخِ شہ کے فدائی
اے استنِ حنّانہ تو تنہا تو نہیں ہے

تخلیق ہی اللہ نے کی اُن کی نرالی
اُن جیسا کوئی دہر میں آیا تو نہیں ہے

وہ نور ہیں گرچہ ہیں لباسِ بشری میں
اے چشمِ فلک دیکھ لے سایہ تو نہیں ہے

اِدراک سمجھ سکتا نہیں فلسفۂ زیست
جو عشق میں مرجائے وہ مُردہ تو نہیں ہے

خوشبوئے نبی ہر گل و گلشن میں بسی ہے
بے اُس کے کوئی گُل کبھی مہکا تو نہیں ہے

اے دیدۂ دل دیکھ وہ انوار کی بارش
ہوتی ہے جہاں گنبدِ خضریٰ تو نہیں ہے

الطافِ کریمانہ کے انداز انوکھے
دے کر کے کہیں، کچھ تجھے کہنا تو نہیں ہے

مدحِ شہِ والا میں قمؔر تیرے قلم سے
یہ پیارا قصیدہ کوئی پہلا تو نہیں ہے

مولانا **قمر الحسن قمر بستوی**، امریکہ

## رسولِ عربی

مرحبا، فخرِ رسولاں ہیں رسول عربی
پیکر رحمتِ یزداں ہیں رسول عربی

ساقی بادۂ عرفاں ہیں رسول عربی
باعث لطف بداماں ہیں رسول عربی

شافع روز جزا، رحمت عالم ہیں آپ
ہم تو شرمندۂ عصیاں ہیں رسول عربی

جان میں کیوں نہ دوں ناموسِ محمد کے لیے
میری تو دولت ایماں ہیں رسول عربی

عظمت شان رسالت ارے اللہ!
میرے تو حاصل ایماں ہیں رسول عربی

باغ جنت کے نظاروں سے کہیں بھی بڑھ کر
ارض طیبہ کے بیاباں ہیں رسول عربی

زہے تقدیر کہ ہم ایسے گنہ گاروں پر
بے شمار آپ کے احساں ہیں رسول عربی

جس نے پیغام الٰہی ہمیں بخشا آفاقؔ
یہ وہی حامل قرآں ہیں رسول عربی

☆☆☆

ڈاکٹر **آفاق فاخری** جلال پور

# امیر اہلِ سنت حضرت علامہ شاہ محمد الیاس عطار قادری کی ہمشیرہ کا وصال پرملال

مبارک حسین مصباحی

یہ افسوس ناک خبر تو آپ سن ہی چکے ہوں گے کہ امیر اہل سنت شیخ طریقت حضرت علامہ مولانا شاہ ابو بلال محمد الیاس عطاؔر قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم القدسیہ کی بڑی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ بنت عبد الرحمن [عرف فوئی ماں] کا وصال پرملال ہوگیا، إنا لله وإنا إليه راجعون، یہ حادثہ بحکم الٰہی ۲۶؍ ذوالحجۃ الحرام ۱۴۳۹ھ/ ۷؍ ستمبر ۲۰۱۸ء بروز جمعہ کا ہے۔

اسی شب حضرت امیر اہل سنت دامت برکاتہم العالیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس المناک خبر سے مرحومہ کے ایصال ثواب کے لیے دنیا کے مختلف ممالک میں قرآن خوانی، درود خوانی اور دیگر اوراد و وظائف وغیرہ کا ورد کیا گیا، جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں بھی ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، حضرت مولانا محمد محبوب عزیزی مینیجر ماہنامہ اشرفیہ اور محب مکرم عالی جناب محمد [عرف احمد عطاری] شاہ آبادی ضلع ہردوئی مقیم لکھنؤ "عطاری فرنیچر" اسماعیل گنج، اندرا نگر لکھنؤ سے عرض کیا کہ کوئی رپورٹ مل جاتی تو ہم ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں اشاعت کا شرف حاصل کر لیتے، خیر ان حضرات کی کوششوں سے ایک رپورٹ دستیاب ہوگئی، اس رپورٹ میں ایصال ثواب کی جو تفصیل ہے وہ وہی ہے جو عالمی مرکز مدینہ کراچی تک پہنچی اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔

واضح ہو کہ ہم نے بھی مبارک پور سے حضرت امیر اہل سنت دامت برکاتہم العالیہ کی بارگاہ میں تعزیت پیش کی تھی۔ جو حسب ذیل ہیں:

## بذریعہ آڈیو ہمارا تعزیت نامہ

میں مبارک حسین مصباحی خادم التدریس والصحافہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور۔ اس وقت میں گزارش کر رہا ہوں تعزیتی کلمات پیش کرنے کے لیے امیر اہل سنت حضرت علامہ شاہ محمد الیاس عطاؔر قادری دامت برکاتہم القدسیہ کی بارگاہ میں۔ ہمیں مختلف ذرائع سے معلوم ہوا کہ حضور کی بڑی ہمشیرہ صاحبہ علیہا الرحمہ والرضوان کا وصال پرملال ہوگیا، معلوم کر کے بے پناہ غم ہوا اور مبلغین کے ذریعے معلوم ہوا کہ محترمہ بڑی نیک، صالحہ، بلند اخلاق اور دین و سنیت کی بہت بڑی خادمہ تھیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے مولیٰ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ اور بلند ترین مقام عطا فرمائے، اس میں تنہا آپ کا اور ان کے اہل خانہ ہی کا غم نہیں، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ آپ نے دعوت اسلامی کے ذریعے جس طرح تقریباً دو سو ممالک تک اسلام اور سنیت کا پیغام پہنچایا ہے، ہر ہر فرد وہاں کا اس غم میں برابر کا شریک ہے اور ہم خود آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر اور شکر کی توفیق عطا فرمائے، اور مرحومہ کو اپنی بارگاہ میں بلند ترین مقام عطا فرمائے۔ ہم سب آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

## مدنی خوشبوؤں سے مشک بار
## حضرت امیر اہل سنت کا جواب نامہ

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

سگ مدینہ محمد الیاس عطار قادری رضوی عفی عنہ کی جانب سے محسن دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور شریف السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا تعزیتی پیغام سامعہ نواز ہوا۔ اللہ کریم آپ کو دونوں جہانوں کی بھلائیاں نصیب کرے، بے حساب مغفرت سے مشرف فرمائے۔ آپ نے بڑی دعاؤں سے نوازا۔ اللہ کریم آپ کی دعائیں ہمارے حق میں مستجاب فرمائے۔ میری بڑی بہن اور میرے لیے مغفرت کا سامان کرے۔ عالی جاہ! بہت بہت شکریہ، بہت بہت شکریہ، بہت بہت شکریہ۔ جزاك الله خيرا، صلوا على الحبيب صلى الله تعالى على محمد. جناب کے تلامذہ کی خدمت میں سلام

## عالمی مدنی مرکز کراچی کی عطا کردہ روداد

امیر اہل سنت بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطاؔر قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ کی بڑی ہمشیرہ فاطمہ بنت حاجی عبد الرحمن (عرف فوئی ماں) طویل علالت کے بعد جمعۃ المبارک ۲۶؍ ذو الحجۃ الحرام ۱۴۳۹ھ بمطابق ۷؍ ستمبر ۲۰۱۸ء کو تقریباً ۸۰؍ سال کی عمر میں وصال فرما گئیں۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔ امیر اہل سنت نے اسی رات عالمی مدنی مرکز فیضان مدینہ میں (علاوہ مسجد) ان کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں ہزاروں عاشقان رسول شریک ہوئے۔ ان کی تدفین صحرائے مدینہ ٹول پلازہ باب

المدینہ کراچی میں (دعوت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے تین مرحوم اراکین کے مزارات کے قریب) عمل میں آئی۔

۹ر ستمبر بروز اتوار نماز عشا کے بعد عالمی مرکز فیضان مدینہ میں اجتماع ذکر ونعت برائے سوئم کا سلسلہ ہوا جس میں ختم قرآن مجید کے علاوہ نعت وبیان اور دعائے مغفرت کی ترکیب کی گئی۔ ملک اور بیرون ملک کثیر مقامات پر مرحومہ کے ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن اور سنتوں بھرے اجتماعات کا سلسلہ ہوا جن میں عاشقان رسول کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔

مفتی محمد قاسم عطاری صاحب نے تفسیر قرآن "صراط الجنان" اور ترجمۂ قرآن "معرفۃ القرآن" کی تصنیف کا ثواب مرحومہ کے لیے ایصال کیا۔ اس کے علاوہ اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں نے کم وبیش ۹۲ر لاکھ ۱۹ر ہزار ۷ر سو قرآن پاک، ۹۶ر ہزار ۷۷ر ۶۷ر مختلف پاروں کی تلاوت، ۷۹ ارب ۱۰ر کروڑ ۳۶ لاکھ ۵۸ ہزار ۶۱۰ درود شریف، ۶۶ حج وعمرہ کا ثواب، ۳ر کروڑ ۱۴ر لاکھ ۸۰ر ہزار ۶۶۹ استغفار اور دیگر تسبیحات ونیک اعمال کا ثواب مرحومہ کو ایصال کیا۔

[نوٹ: ایصال ثواب کی یہ تمام تفصیلات وہ ہیں جن کی خبر عالمی مدنی مرکز کراچی کو موصول ہوئی، جب کہ بین الاقوامی سطح پر بے شمار مقامات پر ایصال ثواب کیا گیا۔ جن کی اطلاعات عالمی مدنی مرکز کراچی تک نہیں پہنچ سکیں۔ اللہ تعالی اپنے پیارے حبیب ﷺ کے طفیل ان کی مغفرت فرمائے، آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم]

غم کے اس موقع پر ملک وبیرون ملک سے کثیر علمائے کرام وشخصیات نے امیر اہل سنت سے تعزیت کی اور مرحومہ کے حق میں دعائے مغفرت کی ان میں سے چند نام یہ ہیں:

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین مصباحی صاحب (رئیس الافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ہند) حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب (مدرس الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، ہند) استاذ العلما حضرت مولانا گل احمد عتیقی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ، شیرازیہ، مرکز الاولیا، لاہور) پیرزادہ حضرت مولانا رضا ثاقب مصطفائی صاحب (امیر اعلی ادارۃ المصطفیٰ انٹرنیشنل، گوجرانوالہ) حضرت مولانا مفتی رفیق الحسنی صاحب (مہتمم جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلم، باب المدینہ، کراچی) حضرت مولانا مفتی محمد صلاح الدین رضوی صاحب (صدر افتاء مرکزی دار العلوم عمادیہ، پٹنہ سٹی، بہار، ہند) حضرت مولانا مفتی نذیر جان نعیمی صاحب (مہتمم ومدرس جامعہ نعیمیہ مجددیہ باب المدینہ، کراچی) جگر گوشہ غزالی زماں حضرت پیر سید مظہر سعید کاظمی شاہ صاحب (امیر جماعت اہل سنت، پاکستان، مدینۃ الاولیا، ملتان) مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی منیب الرحمن صاحب (چیئرمین رویت ہلال کمیٹی) مفتی اعظم برطانیہ حضرت مولانا مفتی شمس الہدی مصباحی صاحب (یوکے) حضرت مفتی محمد عباس رضوی صاحب (دبئی) حضرت مولانا مفتی عبد الحلیم رضوی اشرفی صاحب (سرپرست دعوت اسلامی ہند وبانی ادارہ جامعہ ضیائیہ فیض الرضا بہار، ہند) حضرت مولانا محمد فاروق تیغی صاحب (ناظم اعلی مدرسہ اہل سنت فیض الرسول کلکتہ، ہند) حضرت مولانا مفتی حافظ و قاری محمد انس نقشبندی مجددی دہلوی۔ حضرت علامہ مولانا مفتی مکرم نقشبندی مجددی دہلوی (خطیب وامام شاہی فتحپوری مسجد، دہلی، ہند) حضرت مولانا مفتی منظر صاحب (گھاتک پور ممبئی، ہند) حضرت مولانا آصف مصباحی منظری صاحب (مدرس الجامعۃ الرضویہ گلشن رسول، بریلی شریف، ہند) حضرت مولانا حافظ وقاری محمد غلام جیلانی اشرفی صاحب (خطیب وامام غریب نواز جامع مسجد لکچھمی نگر، دہلی) شہزادہ مفتی اعظم ہالینڈ حضرت مولانا مفتی محمد فیضان الرحمن سبحانی (صدر مفتی مدرسہ واجدیہ، دربھنگہ، بہار، ہند) حضرت مولانا سید اکرام الحق مصباحی صاحب (صدر مدرس دار العلوم محبوب سبحانی، ممبئی)

## امیر اہل سنت حضرت علامہ شاہ محمد الیاس عطار قادری کے حج وزیارت پر ہدیۂ تبریکات

ہم اپنے محسن وکرم فرما شیخ طریقت امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا شاہ ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم القدسیہ کی مقدس بارگاہ میں ۱۴۳۹ھ/۲۰۱۸ء میں حج وزیارت کی سعادت حاصل فرمانے پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ آپ کی قیادت ورہنمائی میں اہل عشق ومحبت کے نورانی قافلے نے شریعت مطہرہ کی ہر ممکن رعایت کے ساتھ جس طرح ارکان حج ادا فرمائے وہ اس دور میں ایک مثال ہے۔ دونوں جہاں کے مالک ومختار مدنی تاجدار حضور ﷺ کی بارگاہ میں جس عشق ووارفتگی اور شرعی پابندیوں کے ساتھ جو حاضری کا شرف حاصل فرمایا اس سے بھی ہم جیسوں نے بہت کچھ سیکھا۔ بارگاہ رسول ﷺ میں ادب واحترام کا یہ منظر اب تک کتابوں میں پڑھا تھا مگر ہماری گنہگار نگاہوں نے بالکل پہلی بار دیکھا، یقینا اور بھی عشاق کا یہ

حال رہتا ہوگا مگر ہم ان کی زیارت سے محروم ہیں۔ آپ کے عشق وادب کے مناظر دیکھ کر دل ودماغ باغ باغ ہوگئے اور ہمارا دل لرز اٹھا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ حدیث رسول ﷺ کے مطابق یقیناً جنتی مژدۂ جانفزا بھی مل گیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ہماری حاضری بھی قبول ومقبول فرمائے اور بار بار اس مقدس دربار کی حاضری نصیب فرمائے۔ عاشق رسول امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز نے اپنے نفلی حج میں اسی در پاک کی حاضری کو "اصل مراد" قرار دیتے ہوئے عرض کیا ہے:

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرادیے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے طفیل آپ کے کاروان عشق کے حج وزیارت کو قبول فرمائے، اور ہمیں بھی حج وزیارت کی مسلسل سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم ☆☆☆☆

# مفتی کفایت اللہ نعیمی نہ رہے

## ولادت: یکم جنوری ۱۹۵۵ء—وصال: ۱۸؍ستمبر ۲۰۱۸ء

جامعہ انوار العلوم تلسی پور، بلرام پور کے سابق شیخ الحدیث معروف عالم دین حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا ۷؍محرم الحرام ۱۴۴۰ھ / ۱۸؍ستمبر ۲۰۱۸ء بروز منگل نماز مغرب سے قبل انتقال ہوگیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ کا وصال عظیم دینی وعلمی خسارہ ہے۔ مرحوم علم وتقویٰ اور سادگی و انکساری کے پیکر تھے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ علوم دینیہ کی تعلیم وتدریس اور فتویٰ نویسی میں گزرا۔ آپ ایک خوش بیان مقرر بھی تھے۔ اپنی خوش بیانی اور ناصحانہ تقریروں سے معاشرہ کی اصلاح میں قابل ذکر کارنامہ انجام دیا۔ آپ کا شمار شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے خصوصی شاگردوں میں ہوتا تھا۔ قدآور مفتی اور عالم وفاضل ہونے کے باوجود پوری زندگی نہایت سادگی کے ساتھ گزار دی۔

مفتی کفایت اللہ نعیمی کی ولادت یکم جنوری ۱۹۵۵ء دھوبہی ضلع سدھارتھ نگر میں ہوئی۔ ناظرہ اور عربی وفارسی کی ابتدائی تعلیم ضلع ہی کے مشہور ادارہ جامعہ اہل سنت امداد العلوم مٹہنا میں حاصل کی، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ اشرفیہ ندائے حق جلال پور، جونپور گئے وہاں آپ نے فضیلت تک کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ وقت کے عظیم عالم وفقیہ شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی سے فقہ وافتا کی خصوصی تربیت حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ گورکھپور تشریف لے گئے، وہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد مدرسہ صدر العلوم گونڈہ چلے آئے اس کے بعد ۱۹۸۰ء میں جامعہ انوار العلوم تلسی پور میں تدریس سے منسلک ہوگئے اور ۳۱؍مارچ ۲۰۱۷ء کو ۳۷؍سال تدریسی خدمت انجام دینے کے بعد ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور تلسی پور میں اپنے ہی شاگرد مولانا آفتاب عالم یمنی کے قائم کردہ ادارہ "دار الزہرا للبنات" میں آخر وقت تک رضا کارانہ طور پر حدیث وفقہ کا درس دیتے رہے۔

آپ کو مفسر قرآن حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کے صاحب زادے حضرت علامہ سید اختصاص الدین نعیمی علیہ الرحمہ سے بیعت و خلافت کا شرف بھی حاصل تھا۔ کثیر افراد نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ ناچیز راقم الحروف نے بھی تقریباً ۷؍سال حضرت کی بارگاہ میں زانوے ادب تہ کیا۔ ۸؍محرم الحرام ۱۴۴۰ھ / ۱۹؍ستمبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ نماز ظہر کے بعد اپنی وصیت کے مطابق تلسی پور سے ۱۵؍کلو میٹر دور موضع سینگاہی میں سپرد خاک ہوئے۔ نماز جنازہ خانقاہ نعیمیہ گنوریہ، تلسی پور کے سجادہ نشین مولانا سید دانش الدین نعیمی نے پڑھائی۔ آپ کی نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں مدارس کے علما، طلبہ، تلامذہ اور عقیدت مندوں نے شرکت کی۔

موضع سینگاہی راقم کے گاؤں سے کوئی ڈیڑھ دو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ چونکہ اس علاقے کے عوام اہل سنت مفتی صاحب مرحوم کو آپ کی دینی خدمات، خوش اخلاقی وملنساری اور تواضع وانکساری کے پیش نظر بے حد چاہتے تھے، خود راقم کے گاؤں اور گھر سے مفتی صاحب قبلہ کا خصوصی لگاؤ و تعلق تھا۔ اس لیے آپ نے یہ وصیت کر دی تھی کہ مجھے موضع سینگاہی میں مدفون کیا جائے۔ یہ ہمارے علاقے کی خوش نصیبی ہے کہ حضرت نے اپنی آخری آرام گاہ آبائی وطن کے بجائے سینگاہی گاؤں کو پسند فرمایا۔ بارگاہ مولیٰ میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت مفتی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے مرقد پر رحمات وبرکات کی بارش برسائے اور آپ کے پس ماندگان بالخصوص آپ کے صاحب زادے مولانا قاری محمد اکمل اور ان کے تمام بھائی و بہن کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

محمد عرفان قادری
استاذ: مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن، شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

# صداے باز گشت

## ناکامیوں سے گھبرا کر مقصد کو چھوڑ دینا بزدلی ہے

مکرمی! حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا یہ قول اپنے اندر بے پناہ اہمیت کا حامل ہے۔ کیوں کہ یہ قول خصوصاً طلبہ اور عموماً کسی بھی راہ میں ناکام ہونے والے لوگوں کے لیے نہایت حوصلہ بخش اور دوبارہ محنت و مشقت پر ابھارنے کے لیے بہت ہی اہم ہے۔ ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم بہت جلد مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر وہ فوراً حاصل نہ ہو یا پھر اس کے حصول میں کہیں بھی تھوڑی سی رکاوٹ پیش آجاتی ہے تو ہم فوراً گھبرا جاتے ہیں اور اپنے مقصد کو فراموش کر بیٹھتے ہیں۔ جب کہ ہمارے مخالفین کوشش کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے اور برابر مقصد کے حصول کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، جس کے نتیجے میں کامیابی بھی انہیں کے قدم چومتی ہوئی نظر آتی ہے اور پھر ہم واویلا مچاتے پھرتے ہیں کہ فلاں کیسے کامیاب ہو گیا اور میں کیوں کر ناکام ہوا؟

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا یہ فرمان ہم سب کے لیے درسِ عبرت ہے۔ لہٰذا اس سے عبرت حاصل کرنا چاہیے اور کامیابی کی راہ میں جتنی بھی رکاوٹیں آئیں انہیں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرنے کی کوشش کریں اور ان سے گھبرا کر مقصد سے پیچھے ہرگز نہ ہٹیں، کیوں کہ یہ بزدل لوگوں کا کام ہے۔ اگر آج آپ اپنے مقصد سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں تو پھر ایک کامیاب انسان اور بہترین عالم بننے کا خواب کبھی پورا نہیں ہو سکے گا۔ اور اگر ہم اور آپ کامیاب نہیں بنیں گے تو پھر امت مسلمہ کی قیادت و رہنمائی کا فریضہ کون انجام دے گا؟ کیوں کہ ہم طالبان علوم نبویہ ہی تو مستقبل کے مذہبی قائدین اور رہنما ہیں، اور اس اعتبار سے نہ صرف یہ کہ ہمارا مقام و مرتبہ عام لوگوں سے بلند ہوتا ہے بلکہ ہماری ذمہ داریاں بھی عام لوگوں کی بنسبت کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے ہمیں مدارس میں آنے کا مقصد عمدہ تعلیم و تربیت کے ساتھ قوم و ملت کے لیے کچھ کر گزرنے کا حوصلہ بھی ہونا چاہیے۔ اور ہمیں ایک عمدہ مدرس کے ساتھ ایک پختہ قلم کار اور باوقار اور سنجیدہ خطیب بھی بننا ہو گا تب جا کر ہم صحیح معنوں میں قوم کی قیادت کر سکتے ہیں۔ اور اس کے لیے ہمیں دورِ طالب علمی ہی سے محنت و مشقت کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر آپ حالات کا جائزہ لیں گے تو پتہ چلے گا کہ آج ملکی اور عالمی ہر سطح پر مسلمانوں کو ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور انہیں زوال و انحطاط کے عمیق گڑھے میں ڈھکیلنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

احباب من! ایسے حالات میں اگر ہم اپنے مقصد پر نظر نہ رکھ کر اپنے قیمتی اوقات ضائع کر دیں تو یہ کس قدر افسوسناک ہے۔ اس طرح ہم خود اپنا اور قوم و ملت کا بھی نقصان کر رہے ہیں۔ آپ کو اپنی قوم کے لیے بہت کچھ کرنا ہے۔ اس لیے خواب غفلت سے بیدار ہو کر مقصد کے حصول میں بھرپور کوشش کیجیے۔ اور یہ یاد رکھیے کہ اگر آپ اپنی صلاحیت سے قوم کی تقدیر بدلنے کا جذبہ رکھتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ساری دنیا آپ سے روشنی حاصل کرے تو پہلے اپنے آپ کو سورج کی طرح جلانا سکھائیے۔

سورج کی طرح جلانے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ دھوپ میں کھڑے ہو کر اپنے آپ کو جلانا شروع کر دیں بلکہ آپ ہر وقت اپنے مقصد پر نظر رکھیں اور اس کو حاصل کرنے میں جی توڑ محنت اور کوشش کریں۔ اور یہ ذہن نشیں رہے کہ کوشش کر کے آپ کامیاب ہوں گے یا کچھ سیکھیں گے لیکن ناکام ہرگز نہیں ہوں گے۔ اگر کسی مقام پر آپ شکست سے دوچار ہو بھی جائیں تو ناامید نہیں ہونا ہے، کیوں کہ پروردگار عالم اپنے بندوں کو ناامید ہونے سے منع فرماتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "لاتقنطوا من رحمۃ اللہ" (الزمر:۵۳) "اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو"۔

لہٰذا شکست کے بعد ناامید نہیں ہونا ہے بلکہ پھر اسی حوصلے اور جذبے کے ساتھ کھڑا ہونا ہے اور کوشش کرنا ہے۔ "کامیابی ملی نہیں" کا مطلب ناکام ہونا نہیں ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ کامیابی چند دن، چند ہفتے یا چند مہینوں کے لیے ملتوی ہو گئی ہے۔ دنیا میں صرف وہی لوگ عظیم کامیابیاں حاصل کرتے ہیں جو ہارنے کا حوصلہ اور جرأت رکھتے ہیں۔ اس لیے آپ حوصلہ اور جرأت کے ساتھ اٹھیے اور احساس کمتری کے خول سے باہر نکل کر کائنات کو مسخر کر لینے کا جذبہ صادقہ پیدا کیجیے۔ ان شاء اللہ کامیابی ضرور آپ کی پیشانی کو بوسہ دیتی ہوئی نظر آئے گی۔

از: کلیم اشرف رضوی
متعلّم جامعہ اشرفیہ، مبارک پور رکن: تحریک اصلاح ملت مظفر پور، بہار

# خیر و خبر

## آج کے یزیدی دور میں حقیقی حسینی کردار کی ضرورت

مبارک پور، اعظم گڑھ۔ سید الشہدا امام عالی مقام نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس محرم الحرام ۶۱ھ کو کربلا کی سرزمین پر جام شہادت نوش فرمایا اور زمیں سے آسماں تک غم و الم کے بادل چھا گئے، تاریخ میں جنگ و جدال کے بے شمار واقعات رونما ہوئے مگر عام طور پر حافظوں سے نکل جاتے ہیں مگر کربلا کی جنگ مذہب اسلام کے تحفظ اور شریعت مطہرہ کی بقا کے لیے لڑی گئی تھی، اس تاریخی جنگ میں شہزادۂ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے حضرت علی اکبر، حضرت علی اصغر بھی نگاہوں کے سامنے شہید ہوئے، بھائی حضرت عباس علمبردار کی لاش بھی اپنے ہاتھوں سے اٹھائی، بھتیجوں، بھانجوں اور شیدائیوں کو بھی آنکھوں سے تڑپتے دیکھا، میدان کربلا میں بہتر کے مقابلے بائیس ہزار کا لشکر تھا مگر فیضان الٰہی اور رسول رحمت کی برکتوں سے بہتر آج بھی زندہ ہیں اور بائیس ہزار یزیدیوں کا نام و نشان ہمیشہ کے لیے نیست نابود ہو گیا کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

مذکورہ خیالات کا اظہار مفکر اسلام مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ نے قادری جامع مسجد محلہ علی نگر میں منعقدہ ذکر شہدائے کربلا کے پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انھوں نے اپنے غم انگیز خطاب میں مزید کہا کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۵ شعبان سن ۴ھ میں ہوئی، آپ کے برادر کبیر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کا نام آقائے دوجہاں آپ کے ناناجان نے تجویز فرمایا، آقا اپنے نواسوں سے حد درجہ محبت فرماتے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امام حسین کی شیر خوارگی میں معلوم ہو چکا تھا کہ میری ہی بد بخت امت کے ہاتھوں شہید کیے جائیں گے۔ آپ نے بار بار حق و صداقت پر استقامت کی دعا فرمائی مگر اس حادثۂ فاجعہ کے ختم کرنے کی دعا کبھی نہیں فرمائی، آپ نے فرمایا دونوں بھائی تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ یہ دونوں بھائی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سجدے میں پشت مبارک پر سوار ہو جاتے آپ اپنا سجدہ طویل فرما دیتے مگر انھیں ہٹا کر سجدے سے سر اٹھانا گوارا نہیں فرماتے تھے۔ حضرت مولانا نے مزید کہا کہ کربلا کا معرکہ حق و باطل کا معرکہ تھا، دنیا میں یزیدیت پھر بڑھ رہی ہے باطل پرستی سر اٹھا رہی ہے مسلمانوں کی قتل و غارت گری ہو رہی ہے آج دنیا میں حسینی ہونے کے نعرے تو ہیں مگر حسینیت کا حقیقی کردار نظر نہیں آتا، مگر اللہ تعالیٰ سے ہم مایوس نہیں ہیں مسلمانوں کو اپنے کردار و عمل میں صالح انقلاب لانا ہوگا۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ان کے علاوہ مفتی ناصر حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ نے بھی تاریخ کربلا پر معلومات افزا خطاب کیا۔ آپ نے تاریخ و سیرت کی روشنی میں میدان کربلا کی جو منظر کشی فرمائی سامعین کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، پروگرام کی صدارت الحاج مولانا محمود احمد مصباحی نے کی۔ اس موقع پر حاجی شکیل احمد سہارا، حاجی حبیب الرحمن، اشتیاق احمد، عمران احمد، حاجی محمد عثمان، مفتی محمد اعظم اور مفتی محمد ظہیر احمد کے علاوہ محلہ کے معززین کثیر تعداد میں موجود تھے۔

از: رحمت اللہ مصباحی

## قاری محمد یحییٰ ایک ذمہ دار عالم ربانی اور باکمال ناظم اعلیٰ تھے

### تنظیم استاذ القرا علیہ الرحمہ کے زیر اہتمام محلہ پورہ رانی میں منعقدہ ۲۲واں سالانہ جلسہ سے علما کا خطاب

مبارک پور، اعظم گڑھ (نامہ نگار) تنظیم استاذ القرا علیہ الرحمہ مبارک پور کے زیر اہتمام پاسبان ملت استاذ القرا الحاج قاری محمد یحییٰ علیہ الرحمۃ والرضوان سابق ناظم اعلیٰ و نائب صدر الجامعۃ الاشرفیہ کا ۲۲واں سالانہ جلسہ بنام سیرت النبی و فاتحہ محلہ پورہ رانی میں منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے فرمایا:

"قرآن عظیم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہدایت ہے، یہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک زندہ معجزہ ہے۔ دنیا کی زبانوں کا اصول ہے کہ ہر بیس برس کے بعد کچھ الفاظ متروک ہو جاتے ہیں اور ہر بیس میل کے بعد لب و لہجہ بدل جاتا ہے۔ یہ امتیازی خوبی صرف قرآن عظیم میں ہے کہ آج چودہ سو برس سے زائد عرصہ گزر جانے کے بعد بھی نہ اس کے الفاظ میں کوئی لفظ متروک ہوا ہے اور نہ انداز قراءت تبدیل ہوا ہے۔ ہمارے فخر القرا حضرت قاری محمد یحییٰ علیہ الرحمہ قرآن عظیم کے ایک شان دار قاری تھے، ان کی قراءت، نماز جمعہ میں خطبہ اور خطاب بار بار سننے کا شرف حاصل کیا، آپ کے استاذ گرامی حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ فرماتے تھے، جہاں تک ہماری معلومات ہے، آج ہندوستان میں ان جیسا کوئی قاری نہ ہم نے سنا اور نہ ہم نے دیکھا۔

حضرت نے مزید فرمایا: آپ علیہ الرحمہ صرف قاری ہی نہیں تھے بلکہ زبردست عالم ربانی بھی تھے۔ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کے دونوں شعبوں میں آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۴ر نومبر ۱۹۶۲ء میں آپ

کو ناظمِ اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ آپ کی تنخواہ ۲۰۰/ روپے ماہ وار مقرر کی گئ، مگر حضور حافظِ ملت نے فرمایا کہ اس میں سے ۲۵/ روپے ماہ وار آپ دار العلوم اشرفیہ کو بطور چندہ دیں گے، آپ نے اس پر بھی بہ خوشی عمل کیا۔

خطیبِ اہلِ سنت مولانا مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ نے اپنے خطاب میں قاری صاحب علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی تعمیر و ترقی میں قاری صاحب علیہ الرحمہ کا کلیدی کردار رہا ہے۔ آپ زندگی کی آخری سانس تک دین متین کی ترویج و اشاعت میں لگے رہے۔ آپ صرف قرأت سبعہ کے قاری ہی نہیں بلکہ اپنے عہد کے عظیم عالم ربانی بھی تھے۔ آپ کے بلند پایہ تلامذہ ملک اور بیرون ملک میں دین وسنیت اور دعوت و تبلیغ کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ دار العلوم اشرفیہ کے ناظم اعلیٰ تھے آپ کی نظامت میں دار العلوم نے حد درجہ ترقی کی۔ ایک ذمہ دار عالم ربانی اور باکمال ناظم اعلیٰ کے اندر جو خصوصیات ہونی چاہیے وہ آپ کے اندر بھرپور پائی جاتی تھی۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا صدر الوریٰ مصباحی نے بھی حضرت قاری صاحب کی حیات و خدمات پر سیر حاصل خطاب کیا۔

پروگرام کی صدارت جامعہ اشرفیہ کے پرنسپل حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی اور نظامت حضرت مفتی زاہد علی سلامی استاذ جامعہ اشرفیہ نے کی محمد احمد نوری ادروی اور غیاث الدین مبارکپوری نے بارگاہ رسالت میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا جب کہ انجمن فیض عام پورہ رانی کے افراد نے قاری صاحب کی شان میں منقبت کے اشعار پیش کیے۔ اخیر میں صلوۃ و سلام اور جانشین مولانا قاری نعیم اختر مصباحی کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

اس موقع پر مولانا احمد رضا کیشئر جامعہ اشرفیہ، مولانا محمد نفیس احمد مصباحی، مولانا ناظم علی مصباحی، مولانا اختر حسین فیضی، ماسٹر فیاض احمد عزیزی، محمد مجاہد، قاری ابرار احمد، ڈاکٹر احمد کلیم، ماسٹر احمد ندیم، نسیم الریاض، ظفر اقبال، اشہر اقبال، ماسٹر اسامہ ظفر اور ناصر اعظمی سمیت اہل محلہ کثیر تعداد میں موجود تھے۔ از: احمد کلیم، اشرفیہ ہاسپٹل، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

## بلرام پور میں عرس عزیزی اور جلسۂ دستار بندی

۲۲/ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۰/ اپریل ۲۰۱۸ء بروز منگل شہر بلرام پور کی ملک گیر شہرت کی حامل مرکزی دینی اور علمی درس گاہ جامعہ عربیہ انوار القرآن کے وسیع صحن میں ایک روزہ عظیم الشان کانفرنس بنام ”عرس عزیزی و جلسۂ دستار بندی“ اپنی پوری شان و شکت کے ساتھ منعقد ہوئی۔ جامعہ کے سرپرست اور الجامعۃ الاشرفیہ کے سربراہِ اعلیٰ، معمارِ قوم، عزیزِ ملت حضرت علامہ الحاج عبد الحفیظ صاحب قبلہ دامت فیوضہم نے جلسہ کی سرپرستی فرمائی۔ قاضیِ شہر جامع معقول و منقول حضرت علامہ مفتی الحاج محمد مسیح احمد قادری مصباحی شیخ الحدیث و پرنسپل جامعہ کی صدارت میں جلسہ کا آغاز جامعہ کے استاذ حضرت قاری اقرار احمد برکاتی نے کلام پاک کی تلاوت سے کیا۔ نظامت کے فرائض حضرت مولانا اشتیاق احمد نے انجام دیے۔ سب سے پہلے جامعہ کے چند ہونہار طلبہ نے نعت و منقبت کے حسین گلدستے پیش کیے اور ایک طالب علم محمد لئیق جماعتِ خامسہ نے ”حافظِ ملت اور اصلاحِ معاشرہ“ کے موضوع پر ایک جامع خطاب کیا۔ محترم قاری اسماعیل ذاکر بارہ بنکوی نے اپنی خوب صورت آواز میں امامِ عشق و محبت اعلیٰ حضرت کو مشہور زمانہ کلام ”لم یاتِ نظیرک فی نظر، مثلِ تو نہ شد پیدا جانا“ پڑھ کر پوری محفل پر رنگِ عقیدت و محبت بکھیر دیا۔ پھر اسی پر کیف ماحول میں منقبت حافظِ ملت پیش کر کے رنگِ محفل مزید دو آتشہ کر دیا۔ ناظمِ اجلاس نے موقع مناسب جان کر مفکرِ اسلام، صاحبِ قرطاس و قلم، فخرِ صحافت حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی خلیفۂ تاج الشریعہ و استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کو دعوتِ خطاب پیش کی۔

موصوف نے علم کی افادیت و اہمیت و ضرورت کے ساتھ عمل کی دولتِ گراں مایہ سے قلوب و اذہان مالا مال کرنے کی ترغیب دی اور اپنی فکر انگیز، دور رس اور نتیجہ خیز تقریر سے سامعین کو خوب خوب محظوظ کیا۔ محفل پر عالمِ شباب قائم تھا، ہر طرف رحمت و نور کی برسات ہو رہی تھی کہ خطاب فرمانے کے لیے نبیرۂ حافظِ ملت، خلیفۂ عزیزِ ملت و امینِ ملت حضرت نعیمِ ملت علامہ محمد نعیم الدین عزیزی مصباحی، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور زینتِ کرسیِ خطابت ہوئے۔ موصوف نے سیرتِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں بصیرت افروز اصلاحی گفتگو کی، قوم کو یہ پیغام دیا کہ امتِ مسلمہ کی سچی اور حقیقی کامیابی کا راز اسوۂ پاک مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا سے کائناتِ دل کو مالا مال کرنے اور عملی دنیا کو احکامِ شریعت کے انوار سے منور کرنے میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ظاہر کے ساتھ باطن میں بھی شمعِ مصطفوی کا اجالا پھیل گیا تو سیارگانِ فلک تمھیں فوز و فلاح کے مژدے سنائیں گے۔ ٹھیک ۱۱/ بج کر ۵۵/ منٹ پر محافظِ قوم، معمارِ ملت، حافظِ ملت علیہ الرحمہ کا قل شریف ہوا۔ حضرت نعیم ملت کی پر سوز مختصر دعائیں ہوئی۔ قل کے بعد مہمان علماے کرام کی گل پوشی کی گئی اور جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد مسیح احمد قادری مصباحی مد ظلہ العالی کی جواں سال قیادت میں تشنگانِ علومِ دینیہ کی علمی و فکری پیاس بجھانے والے ماہر اساتذۂ جامعہ کو بدست نعیمِ ملت اعزازیہ دے کر ان کے حوصلوں کو جوان کیا گیا۔ پھر شریفِ ملت حضرت علامہ مفتی شریف الحسن مہتمم جامعہ غوثیہ فیل خانہ ہوڑہ، کلکتہ کے نام کا اعلان ہوا۔ موصوف سادہ مزاج اور حسنِ سیرت و صورت کا سنگم ہیں۔ آپ نے منازلِ آخرت کی دشوار گزار گھاٹیوں پر سیر حاصل گفتگو

فرمائی، پھران سے بعافیت گذرنے کا احادیث کی روشنی میں عنایت فرمایا۔ حضرت شریفِ ملت کی تقریر کے دوران محفل کا عالم دیدنی تھا، ہرطرف سناٹا طاری تھا، مجمع سراپا گوش بر آواز بن کر فکرِ آخرت کی پہنائیوں میں گم تھا، اشکِ ندامت سے دلوں کی سیاہیاں دھل رہی تھیں اور آوارہ نگاہی غیرت وحیا سے مالامال ہورہی تھی موصوف کی تقریر کے اختتام پر چشمِ فلک نے وہ پر بہار منظر، مسرت آگیں لمحہ اور نور و نکہت میں ڈوبی ہوئی حسین ساعت بھی دیکھی جب ۸۷/ طلبہ کے سروں پر دستارِ علم وفضل سجائی گئی۔ فضیلت کے آٹھ، عالمیت کے ۱۳/قراءت کے ۳۵ اور حفظ کے ۲۲/ طلبہ کو سندِ فراغت عطا کی گئی۔ اس موقع پر طلبہ کے اہلِ خانہ کے ساتھ جامعہ کے اساتذہ وعہدے داران کی آنکھیں فرطِ مسرت سے جگمگا رہی تھیں۔

آخر میں صلاۃ وسلام کے بعد حضرت وقارِ ملت، افتخارِ قوم حضور عزیزِ ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ مصباحی دامت برکاتہم العالیہ نے فارغین طلبہ کو خصوصًا اور حاضرینِ جلسہ کو عمومًا ان کی ذمہ داریوں کی یاد دلائی اور عالمی منظر نامہ کا نقشہ کھینچ کر قومِ مسلم کو خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کی نصیحت فرمائی۔ علما کو ان کی مساعی اور خدماتِ دین میں مزید خلوص کی تلقین فرمائی۔ حضرت عزیزِ ملت کی مقبول و مستجاب دعاؤں پر کانفرنس اپنی منزلِ مراد کو پہنچی اور ہر طرف یہ نغمہ گونج گیا۔

دست و پا، قلب و جگر، عقل و زباں، سمع و بصر
کردے سب کو وقف بس ان کی اطاعت کے لیے

از: نور احمد قادری مصباحی

خادم تدریس جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور

## برہم پوری، دہلی میں جلسۂ عید میلاد النبی ﷺ

دہلی، عید میلاد النبی ﷺ ایک تاریخی اور دینی سچائی ہے۔ آمدِ مصطفیٰ ﷺ سے قبل تقریبًا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاے کرام اور رسولانِ عظام جلوہ گر ہوئے اور سبھی نے آمدِ مصطفیٰ کا ذکر فرمایا۔ خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے "مقامِ ابراہیم" پر کھڑے ہوکر تعمیر کعبہ کے بعد بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ تیرا آخری نبی جب اس دنیا میں آئے تو وہ میری ہی نسل سے ہو۔ ان خیالات کا اظہار مفکرِ اسلام مولانا مبارک حسین مصباحی (استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور) نے برہم پوری کی گلی نمبر ۸ میں منعقدہ بموقع آمدِ زائرین حرمین شریفین اور عید میلاد النبی ﷺ کے عنوان کے تحت منعقدہ جلسہ میں کیا۔ اس جلسہ کا اہتمام حج کی سعادت حاصل کرکے آنے والے محترم المقام الحاج وصی احمد ثقلینی نے کیا تھا جس کی صدارت حضرت مولانا مفتی محمد اقبال مصباحی امام وخطیب رضا مسجد چوہان بانگر اور نظامت قاری محمد لقمان نے کی۔ ۱۸/ ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ ۱۸/ اگست ۲۰۱۸ء کے اس تاریخی اجلاس میں حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے اپنے خطاب میں حج و زیارت کے تعلق سے فرمایا کہ آقا ﷺ کی حدیثِ پاک ہے کہ آقا ﷺ نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا، لہٰذا حج کرو، ایک شخص نے عرض کیا، کیا ہر برس یا رسول اللہ ؟ حضور ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور اس شخص نے تین مرتبہ یہ کلمہ کہا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر واجب ہو جاتا اور تم سے نہ ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ جب تک میں کسی بات کو بیان نہ کروں تم مجھ سے سوال نہ کرو، اور جب میں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے اسے پورا کرو اور جب میں کسی بات سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔

خصوصی خطیب نے مزید فرمایا: الحاج وصی احمد ثقلینی قابلِ صد مبارک باد ہیں کہ یہ دونوں میاں بیوی بحکمِ عزوجل حج وزیارت سے مشرف ہوئے اور کہیں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا، خاص بات یہ رہی کہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں بھی انتہائی ادب و احترام کے ساتھ حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ وہ عظیم بارگاہ ہے کہ اگر حاضری قبول ہوگئی تو جنت یقینی ہے۔ ہم الحاج وصی احمد ثقلینی کے احوال سے بہ خوبی واقف ہیں، آپ ایک بڑے کاروباری ہونے کے ساتھ پابندِ شرع اور سچے عاشقِ رسول ﷺ ہیں۔

حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری علیہ الرحمہ کے تعلق سے بھی اپنے عقیدت مندانہ خیالات کا اظہار فرمایا۔ ان کے عرسِ چہلم کی مناسبت سے ایصالِ ثواب بھی کیا۔

پیکرِ علم و اخلاص حضرت مولانا مفتی محمد اقبال مصباحی نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا کہ حج ایک اہم فریضہ ہے جسے ادا کرنے والا گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ حرم میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے اور روے زمین پر حرمِ مکہ سب سے افضل ترین مقام ہے۔ آپ نے الحاج وصی احمد ثقلینی کو حج وزیارت کی مبارک باد بھی پیش کی۔

فاضل نوجوان حضرت مولانا محمد علی مصباحی اور حاجی وصی احمد ثقلینی نے بھی اظہارِ خیال کیا۔ اس جلسہ کا آغاز حافظ محمد سالم رضا کی تلاوت اور عبید رضا و جنید رضا کے نعتیہ کلام سے ہوا، جب کہ مفتی مبارک حسین مصباحی نے اختتامی دعا کرائی۔ اس موقع پر محمد تسلیم رضا، مولانا معین الدین رضا، مولانا محمد عالم رضوی، حاجی رفیع احمد، حاجی عاشق علی، حاجی علاؤ الدین، حاجی شمیم خان، حاجی عبد الرحیم، ڈاکٹر محمد ناصر و اقرار احمد کے علاوہ بڑی تعداد میں لوگ موجود تھے۔

از: شمیم احمد خان کیشئر، رضا مسجد، چوہان بانگر، دہلی۔